رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۹۵
ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجا لانیوالا اکیلا اخبار
Regd. L. No 2595

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نور

یہدی اللہ لنورہ من یشاء

ہر ماہ کی ۳ / ۱۷ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر سردار محمد یوسف

مقاصد

(۱) اسلام کی خوبیوں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اسکی فضیلت ظاہر کرنا۔
(۲) غیر مذاہب میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا۔
(۳) دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل اور صحیح جواب دینا۔
(۴) راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط و مستحکم بنانا۔

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے ۳ روپے
〃 ششماہی ۱۲ آنے
〃 سالانہ سرپرستوں سے ۱۰ روپے
〃 امراء ۵ روپے
〃 ممالک غیر سے صرف ۸ شلنگ

جلد ۲۵ | اخبار نور قادیان دارالامان مؤرخہ ۳/ اگست ۱۹۳۵ء مطابق ۳/ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ | نمبر ۱

کیا سکھ اس سنہری موقع کو کھو دینگے؟

شہید گنج کی مسجد کا قضیہ آج کسی تشریح کا محتاج نہیں، سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات مذہبی رنگ میں ہمیشہ اچھے رہے ہیں کیونکہ یہ دونوں توحید پرست اقوام ہیں، سکھوں اور مسلمانوں کی سیاسی جنگیں تو ہوئی ہیں، مگر سکھوں اور مسلمانوں کی آج تک مذہبی جنگ کوئی نہیں ہوئی، خدا کرے آئندہ بھی یہ اقوام مذہبی جنگ سے محفوظ رہیں، میں مانتا ہوں کہ وہ قانون جو انسان کا بنایا ہوا ہے۔ اس کی رو سے شہید گنج کی مسجد پر سکھوں کا حق تھا، مگر ایک خدا کا بھی بنایا ہوا قانون ہے وہ کیا ہے؟ اخلاق۔ اخلاقی رنگ میں اگر سکھ دوست یہ مسجد مسلمانوں کے حوالے کر دیتے تو یقیناً وہ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے اپنا گرویدہ بنا سکتے تھے، اگر اداسیوں کے قبضہ میں سینکڑوں سالوں کے آئے ہوئے گوردواروں کو حاصل کرنے کیلئے سکھ صاحبان کی ایک قدرتی خواہش ہے تو اس صورت میں اگر مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ خواہش پیدا ہو کہ ان کی مسجد انہیں مل سکے تو یہ ایک قدرتی جذبہ ہے، اور اخلاق اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ مسلمانوں کی اس قدرتی خواہش کو بر لانے کیلئے سکھ مسلمانوں کے مددگار بنتے اور مستقبل میں اس کے نتائج نہایت شاندار نکلتے، ایک یا دوسری وجہ سے اگر ہماری نظروں کی وسعت محدود ہو چکی تھی تو کم از کم ہمیں اپنے بزرگان اسلاف سے ہی کچھ سبق حاصل کرنا چاہئے تھا، تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ سمت ۱۶۳۳ بکرمی میں اکبر بادشاہ لاہور کو جاتا ہوا گورو رام داس جی کو ملا تو موضع سلطان ونڈ اور تنگ وغیرہ کے نواح کی اٹھائیس ہزار بیگھہ زمین اور معقول نقدی گورو صاحب کی نذر کی زمین کی سند معافی لکھدی، پھر اکبر نے گورو صاحب اور اس کے مریدوں کے لئے محصول راہ داری معاف کر دیا اور باؤلی بنوا دی، پھر شری گورو ارجن دیو جی مہاراج نے جب شری دربار صاحب امرتسر کی تعمیر شروع کی تو اس کے بنیادی پتھر رکھنے کیلئے حضرت میاں میر علیہ الرحمت کے دست مبارک کو ترجیح دی، گورو صاحب موصوف حضرت میاں میر رحمت اللہ علیہ پر اسقدر حسن ظن رکھتے تھے کہ جب معمار نے ان کے بابرکت ہاتھ کا رکھا ہوا پتھر کچھ سرکا دیا تو حضرت گورو صاحب نے معمار کو مخاطب کر کے آہ سرد بھر کر فرمایا کہ تم نے برا کیا کہ ایک مقدس ہاتھوں کا رکھا ہوا پتھر سرکا دیا اب جس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ یہ گوردوارہ ایک دفعہ گریگا اور پھر دوبارہ بنیگا۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا، ذرا غور کیجئے کہ یہ سکھوں اور مسلمانوں کے مستحسن تعلقات کا کیسا روح پرور نظارہ ہے پھر اور آگے چلئے، سکھوں کے چھٹے گورو شری ہرگوبند جی مہاراج کے تعلقات زیادہ تر مسلم فقراء سے ہی تھے، مثلاً حضرت میاں میر علیہ الرحمت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شیخ جان محمدؒ، شیخ محمد اسماعیلؒ، شیخ کرم اللہؒ وغیرہ اور پھر یہ تعلقات یہاں تک ہی بس نہیں کرتے بلکہ شری ہرگوبند جی مہاراج نے اپنے گاؤں ہرگوبندپور میں مسلمانوں کے لئے ایک مسجد اپنی گرہ سے روپیہ خرچ کر کے بنواتے ہیں واہ وا اتحاد کا کیا خوش کن اور دلربا نظارہ ہے۔ کیونکہ شری گورو ہرگوبند جی مہاراج کے سامنے یہ ماٹو تھا ؎

دیولا مسیت سوئی پوجا و نماز اوئی
دوسرا نہ بھید کوئی بھول بھرم مانیو

یعنی گوردوارہ یا ٹھاکر دوارہ اور مسجد میں کیا فرق ہے جب کہ دونوں میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے، پھر پوجا اور نماز میں کیا تفریق جبکہ دونوں میں خدا کی تعریف کی جاتی ہے جب سکھوں کے واجب الاحترام گورو اپنی گرہ سے روپیہ خرچ کر کے مسلمانوں کیلئے مسجد بنوا سکتے ہیں تو پھر کیا ان کے نام لیوا سکھ اتنا بھی نہیں کر سکتے تھے، کہ مسلمانوں کی اپنی مسجد جو ایک یا دوسری وجہ سے ان کے قبضہ میں جا چکی تھی مسلمانوں کے حوالہ کر دیتے۔

پھر ذرا اور آگے چلئے جب سات پہاڑی راجاؤں یعنی راجہ بھیم چندر، کرپال چندر، کیسری چندر، سکھدیو، ہیر چندر، پرتھی چندر اور فتح چندر نے متفق ہو کر شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج پر حملہ کیا تو اس وقت گورو صاحب کے کام کون آیا، سید بڈھن شاہ ساڈھوروی جنہوں نے دو ہزار پیادہ فوج اپنے لخت جگر کے زیر کمان گورو صاحب کی مدد کیلئے بھیجی اور سید بڈھن شاہ کا لڑکا بھی اسی لڑائی میں کام آیا۔ ان واقعات کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ گذشتہ ایام میں مسلمانوں اور سکھوں کے تعلقات خوشگوار نہ تھے۔ اب ذرا اور آگے چلئے جب گورو صاحب چمکور کے قلعہ سے بھاگ کر ماچھی واڑہ میں اپنے مرید گلابہ مسند کے پاس پناہ لینے کے لئے پہنچے تو یہ مسند جو گورو صاحب کے ٹکڑوں پر ہی پلا تھا، ایسے آڑے وقت میں پناہ دینے سے انکار کر دیتا ہے، ایسے نازک وقت میں کون پناہ دیتا ہے، قاضی پیر محمدؐ اور عنی اور غنی خان پٹھان۔ شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و در ماندگی

اور پھر جب دلیر خاں سپہ سالار کے جاسوس ماچھی واڑہ میں پہنچتے ہیں۔ اور عنی اور غنی خاں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ آپ کے ہاں پناہ گزین ہیں۔ اور یہ حکومت کے باغی ہیں انہیں ہمارے سپرد کیا جائے مگر یہ دونوں شریف پٹھان اس آڑے وقت میں یہ کہتے ہیں کہ یہ تو اوچ شریف سے تشریف لائے ہیں۔ اور یہ ہمارے پیر ہیں۔ اب دلیر خاں ان کے پیر سے ملنے کی خواہش کرتا ہے تو یہ دو پٹھان بھائی گورو صاحب کی پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر سات میل کے فاصلہ پر لے جاتے ہیں، واہ وا کیا حسن موہنا نظارہ اور آنے والے لوگوں کے لئے قابل قدر نمونہ ہے، گو اسوقت گورو صاحب نے اپنا حلیہ بدلا ہوا تھا مگر حلیہ بدلنے میں شکل و شباہت میں چنداں فرق نہیں آ سکتا، دلیر خاں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ گورو صاحب ہیں مگر انہوں نے جب یہ دیکھا کہ چند ایک شریف مسلمان گورو صاحب کی طرفداری میں ہیں تو انہوں نے اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا، چشم پوشی اور درگذر کو ترجیح دی اور اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ خود گورو صاحب کا دل بھی صاف تھا اور مسلمانوں کے تعلقات گورو صاحب کے ساتھ بہت اچھے تھے، چنانچہ ان کے باڈی گارڈ پٹھان تھے، یہ کیوں نہ ہوتا جبکہ ان کا اپنا یہ مقولہ تھا ؎

جنہہ تے اٹھ گیا بھرم ار کا　　تینہہ اگے ہندو کیا ترکا

یعنی۔ جن کی نظر وسیع ہو گی اور اللہ کی معرفت نصیب ہو گی تو ان کا بھرم جاتا رہا، ان کے نزدیک ہندو کیا اور مسلمان کیا، سب خدا کی مخلوق ہیں۔

جب چندو لعل نے شری گورو ہرگوبند صاحب کو گوالیار کے قلعہ میں نظربند کروا دیا تو وزیر خاں، حضرت جلال الدینؒ سجادہ نشین، حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت میانمیرؒ نے جہانگیر کے پاس نہایت زبردست سفارش کی، کہ گورو صاحب کا کوئی قصور نہیں، گورو صاحب محض چندو لعل کے حسد کا شکار ہوئے ہیں۔ جب بادشاہ پر یہ بات روشن ہو گئی تو آپ نے فوراً گورو صاحب موصوف کی رہائی کا حکم صادر فرمایا۔ مگر جب گورو صاحب کو یہ حکم پہنچا تو گورو جی نے کہلا بھیجا کہ جب تک دوسرے شاہی قیدیوں کو بھی رہا نہ کیا جائے میں رہا نہیں ہوں گا۔ چنانچہ محض گورو صاحب کی خاطر پچیس ہندو راجوں کو جو سلطنت کے باغی تھے، چھوڑ دیا، اس سے بہتر رواداری کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ ایک شخص کی دلجوئی کی خاطر پچیس شاہی قیدیوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے پھر یہاں تک ہی بس نہیں بلکہ جہانگیر نے شری گورو صاحب کے لئے سات ضرب اتواپ اور ڈیڑھ ہزار سپاہ کے رکھنے کا حکم دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہے۔

نانڈیڑ جو حضور نظام کے علاقہ میں ہے وہاں سکھوں کا ایک بڑا گوردوارہ اچل نگر یا حضور صاحب کے نام سے ہے اعلیحضرت حضور نظام کی طرف سے اس گوردوارہ کے نام پچاس ہزار کی جاگیر ہے، جو اس وقت کے لحاظ سے دو اڑھائی لاکھ سالانہ سے کم نہ ہو گی، حال ہی میں مقام ماچھی واڑہ میں جب گوردوارہ بنانے کے لئے سکھوں کو زمین کی ضرورت پڑی تو وہاں کے غریب مسلمانوں نے انشراح صدر سے گوردوارہ کیلئے زمین مفت دے دی۔ دراصل اگر غور کیا جائے تو معبد سب کے سانجھے اور سب کیلئے یکساں قابل احترام ہوتے ہیں سکھوں کیلئے ابھی وقت ہے کہ وہ اپنے اس طرز عمل پر نظر ثانی فرمائیں کہ اگر وہ شہید گنج کے ساتھ کی مسجد مسلمانوں کے حوالہ کر سکیں تو وہ مسلمانوں کو جو بہترین شکر گذار قوم ہے ہمیشہ کے لئے گرویدہ بنا سکیں گے۔ اور یقیناً اس کا نتیجہ ہر دو اقوام کیلئے بہت بابرکت ہو گا۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، ہو سکتا ہے کہ قانونی رنگ میں سکھ حق بجانب ہوں مگر اس قانون سے بالا ایک اور خدائی قانون ہے جس کا نام خلق ہے اور آخر اخلاق بھی بحیثیت ہمسایہ ہونے کے ایک دوسرے پر کچھ حق رکھتا ہے اور میں تو یہ کہوں گا کہ کسی کو گرویدہ بنانے کے لئے اصل چیز اخلاق ہی ہے اگر قانونی آڑ میں اگر کسی کے ساتھ نیکی کی تو کیا کی اور اس کو نیکی کہتا ہی کون ہے وہ تو امر مجبوری ہے۔ نیکی وہی ہے جو اخلاقی رنگ میں کی جائے۔ اخلاق ہی تو دشمن کو دوست بنا سکتا ہے، اور اخلاق ہی مختلف اقوام کے رشتہ اتحاد کی بنیادیں مضبوط کر سکتا ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے ؎

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نور پچیسویں ۲۵ سال میں

صبر وظفر ہر دو دوستان قدیم اند ۔ بر اثر صبر نوبت ظفر آید

یہ پرچہ جو دوستوں کے ہاتھوں میں ہے، الحمد للہ! پچیسویں سال کا پہلا نمبر ہے، جب میں نے اخبار جاری کیا تو میرے پاس صرف نو روپے تھے، نو روپیہ میں اخبار کا جاری کرنا تو الگ خط وکتابت کیلئے بھی اکتفا نہیں کرتے، چونکہ نیت میں خلوص تھا، اور مقدس جذبہ شامل حال تھا اس لئے باوجود مشکلات کے حوصلہ نے ساتھ دیا، اُن دنوں آریہ سماج اسلام پر اسقدر حملہ آور تھا کہ خدا کی پناہ - کئی ایک کہلانے والے مسلمان چوٹی اور جنیؤ پہن چکے تھے، اور کئیوں کے دل ڈانواں ڈول ہو رہے تھے، غرضیکہ اس وقت ظاہری رنگ میں ہندوستان کے مسلمانوں پر ایک گونہ خزاں کا عالم طاری تھا، اس وقت نہ میرے پاس روپیہ تھا، نہ علم اور نہ تجربہ، مگر دلی لگن، اور صدق نیت ضرور تھی، اور اسی ملی تڑپ نے اخبار نور کا رنگ اختیار کیا تاکہ اس نازک وقت پر اسلام کی کچھ خدمت بجا لاسکوں اس وقت میں ایک چھوٹے سے کمرے میں رہتا تھا، جس کا طول و عرض میرا خیال ہے کہ دس بارہ فٹ سے زیادہ نہ ہوگا ایڈیٹری کے فرائض کے علاوہ میں خود ہی چٹیں لکھتا تھا۔ بسا اوقات خود ہی پیکٹ باندھتا تھا، اور بعض حالات میں ڈاکخانہ میں بھی اخبار خود ہی لیجاتا تھا، اور لوکل بھی خود ہی تقسیم کرتا تھا کیونکہ نور کا کوئی فنڈ تھا ہی نہیں، میں کوئی ملازم رکھتا تو کہاں سے اور میں قرض کو گناہ سمجھتا تھا اور میں ان کاموں کو عار سے نہیں بلکہ فخر سے کرتا تھا۔ میں نے ایڈیٹری کا کام پوری تن دہی اور جانفشانی سے کیا، بعض اوقات ایک ایک مضمون لکھنے کیلئے مجھے پانچ پانچ سو صفحات کی اوراق گردانی کرنی پڑی، جوانی تھی لگن اور دھت تھی - اس لئے کانٹا بھی پھول تھا اور ابھی نور کے دو تین ہی پرچے شائع ہوئے تھے کہ اسکی مخالفت بھی شروع ہوگئی - بیگانوں سے نہیں اپنوں سے، ان دنوں ایک مضمون بدر میں، اور ایک اردو ریویو میں شائع ہوا، اور ان دنوں ان صاحبان کا قوم پر جو اثر تھا وہ اظہر من الشمس ہے، مگر میرے دل میں ان بھائیوں کیلئے نہ اسوقت کوئی کینہ تھا، اور نہ اب ہے، ہاں ایک گونہ گلہ تھا کہ انہوں نے مجھے غلط سمجھا، شروع میں علاوہ مالی مشکلات کے با اثر لوگوں کی طرف سے بدوں کسی معقول وجہ کے اس مخالفت کا پیدا ہو جانا گویا اس کا مطلب یہ تھا کہ

ع جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم تھا خزاں کا

اس روک یا مخالفت نے میرے حوصلے کو پست نہیں کیا بلکہ زیادہ کیونکہ میں نے سمجھ لیا، کہ میں کہاں کھڑا ہوں، اور مجھے کسقدر جانفشانی سے کام کرنے کی ضرورت ہے اور میں نے اللہ پر بھروسہ اور خود اعتمادی کو زیادہ مقدم رکھا، نور کا کام زیادہ تر سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام رہا ہے میں نے اپنی طرف سے اس کام کو پوری دیانتداری سے کیا اور مجھے قدم قدم پر اس بات کا خیال رہا کہ میں کام کو اس طریق پر سرانجام دوں۔ کہ جس سے اسلام اور سلسلۂ احمدیہ کا نام بلند ہو۔ الحمد للہ! اس پر میں سو فی صدی کامیاب ہوں چنانچہ خود مخالفوں کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا۔

اخبار روزانہ اکالی امرت سر - جو سکھوں کا مشہور آرگن ہے اپنے ۱۳ر جنوری ۱۹۲۴ء کے پرچہ میں لکھتا ہے، کہ "مولوی محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور مسلمانوں کے قادیانی فرقہ میں ایک نمایاں شخصیت رکھتے ہیں، آپ کا مطالعہ سکھ لٹریچر اور سکھ تواریخ کے متعلق بہت وسیع ہے آپ کئی درجن کتابوں کے مصنف ہیں، مولوی صاحب آج سے نہیں کئی سال سے اس کوشش میں ہیں کہ سکھوں اور مسلمانوں کی دونو توحید پرست اقوام میں رشتۂ اتحاد مضبوط ہو جائے اور آئے دن کے اذان اور جھٹکا کے نفاق پیدا کرنے والے جھگڑے پیدا نہ ہوں"

اخبار پرکاش لاہور اپنے ۹ر مئی ۱۹۱۵ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ "اخبار نور قادیان کے ایڈیٹر سردار سورن سنگھ حال شیخ محمد یوسف مہینوں سے اپنے اخبار میں سکھ مذہب کو اسلام کی ایک شاخ بیان کر رہے ہیں اور باوا نانک صاحب کو راسخ الاعتقاد مومن ثابت کر رہے ہیں۔ کیا خالصہ کیمپ میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جو ان کا جواب دے سکے"

اخبار آریہ گزٹ لاہور - اپنے اپریل ۱۹۱۶ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ "نور یہ لکھ رہا ہے کہ سکھ مذہب کا بانی اسلام کا پیرو تھا، اس کے ثبوت میں وہ بہت کچھ لکھ چکا ہے مگر افسوس کہ ہمارے سکھ بھائیوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، جسے دیکھکر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نور بازی لے گیا"

نہ صرف یہی بلکہ سلسلہ کی طرف سے جو بھی کام میرے سپرد ہوا میں نے اُسے پوری دیانت اور امانت سے نباہنے کی کوشش کی۔ پانچ یا چھ سال میرے ذمہ شہر کی کمیٹی کا انتظام بھی رہا، قادیان کی کمیٹی کیا ہے گویا چوراہے کی ہنڈیا ہے، مگر مجھے خوشی ہے کہ اللہ نے مجھے اس کے نباہنے کی خاص توفیق عطا فرمائی، اسوقت سوء اتفاق سے مسلمانوں کے دو ممبر تھے، اور ہندوؤں کے تین، اور جہاں رائے کا وزن نہ ہو بلکہ شمار اور پھر تخیلات اور احساسات بھی متضاد ہوں، وہاں کام کرنا خالہ جی کا گھر نہیں، الحمد للہ! میرے چھ سالہ عہد میں خواب میں بھی کوئی بدمزگی پیدا نہیں ہوئی، اگر کسی انچارج کا انتظام دیکھنا ہو، تو اس کے لئے ضرورت ہے کہ عملہ کو تنخواہ وقت پر ملے، اور ممبروں میں کشیدگی پیدا نہ ہو اور کام میں خوش اسلوبی - میرے وقت میں حالانکہ کمیٹی کے ذرائع آمدن بہت محدود تھے۔ مگر پھر بھی زیادہ سے زیادہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو تنخواہ مل جاتی تھی اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کام میں یہ خوش اسلوبی تھی کہ میں نے اپنے وقت میں جتنا اپنی قوم کو چھ سال میں فائدہ پہنچایا اس سے قبل ۱/۲ فائدہ بھی تیرہ یا چودہ سال میں نہ پہنچا ہوگا، یہ واقعات ہیں جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا اور پھر لطف یہ ہے کہ جب میں ممبری سے علیحدہ ہوا، تو ہندو ممبر میری حسن کارکردگی کیلئے ریزلیوشن پاس کرتے اور میری علیحدگی کو نمایاں نقصان سے تعبیر کرتے ہیں۔ نور پر سب سے زیادہ مصیبت کا وقت مارچ ۱۹۱۴ء کا تھا۔ جب خلافت ثانیہ ہوئی، میری بدقسمتی سے سلسلہ کے دو گروہ ـــ ہو گئے، میں تحریر میں اعتدال پسند اور ایک حد کے اندر رہنے والا ہوں اور اس میں میرا کوئی قصور نہیں کیونکہ ہر ایک کا مذاق الگ الگ ہے۔ بہرحال اسوقت حالات میرے ساز گار نہ تھے سوائے اسکے میں اسکو اپنی بدقسمتی کہوں اور کیا کہہ سکتا ہوں حالانکہ میں سلسلہ کا اتنا ہی ہمدرد تھا، جتنا کہ کوئی اور ہو سکتا ہے، اور مجھے خلافت ثانیہ سے اتنی ہی عقیدت تھی جتنی کہ کسی اور کو ہو سکتی ہے، مگر بعض حالات میں حب علیؓ کی نسبت بغض معاویہؓ زیادہ کام کرتا ہے، اور بدقسمتی سے اسوقت میں بھی اسی کا شکار ہوا، نور کی اشاعت کو غیر معمولی دھکا لگا اتنا دھکا کہ جس کا اظہار بھی ناممکن ہے، آپ اس کا اس سے کسی حد تک اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسوقت مجھ پر کئی فاقے آئے، میں خود تکلیف برداشت کر سکتا تھا، مگر چھوٹے معصوم بچوں کی تکلیف اور دکھ ناقابل برداشت تھا۔ بہرحال مجھ پر وہ ایک غیر معمولی تکلیف کا وقت تھا جو گذر گیا ؎

دوران بقا چو باد صحرا بگذشت ؛ تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر کہ جفا بر ما کرد ؛ برگردن او بماند و بر ما بگذشت

مجھے خوشی ہے اور اس وقت الحمد للہ فخر سے میری گردن اونچی ہے، کہ میری قلم سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا جس کیلئے مجھے اسوقت شرمسار ہونا پڑے۔ باوجود اسقدر مصائب کے نور کی معتدل اور محتاط پالیسی میں بہرمو فرق نہ آیا۔ ورنہ خدا کسی کو آزمائش میں نہ ڈالے، مصیبت کیا کچھ نہیں کرا دیتی، پھر لطف یہ ہے کہ لاہوری دوست اس وقت کے لحاظ سے مجھے معقول معاوضہ دینے کے لئے تیار تھے، کس وقت جبکہ مجھ پر فاقہ کشی تھی، کسوقت جبکہ قادیان کی گلیوں کا تنکہ تنکہ میرا دشمن ہو رہا تھا، کس وقت جبکہ میرے چھوٹے چھوٹے اور معصوم بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے، اگر میری جگہ خدانخواستہ کوئی اور ہوتا، خدانخواستہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ میں اپنے دشمن کیلئے بھی تکلیف کو پسند نہیں کرتا اگر پھر وہ جادۂ اعتدال پر قائم رہتا تو میں اس کا لوہا مان جاتا۔ ؎

ورنہ امتحاں بغیر تو یہ آپ کا غلام
قائل نہیں ہے قبلہ کسی شیخ و شاب کا

نادان اور کوتاہ بین لوگ محض اپنے دل کا بغض نکالنے کیلئے مجھ پر کئی طرح کے حرف رکھتے تھے۔ اگر میرے دل میں قادیان کی محبت نہ ہوتی تو مجھے یہاں فاقہ کشی اور پھر ان غیر ہمدردانہ حالات میں رہنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ دوسری طرف مجھے سر آنکھوں پر لینے کیلئے تیار تھے پھر میرے مکرم دوست چوہدری غلام محمد صاحب پریذیڈنٹ سمال ٹاؤن کمیٹی اس بات کے گواہ ہیں کہ انہیں دنوں ایک بڑی مقتدر ہستی وسط ہند میں ہزاروں نہیں لاکھوں کے سرمایہ سے اچھوتوں میں تبلیغ کیلئے ایک مشن کھولنا چاہتی تھی، اور مجھے اس کا انچارج بنانا چاہتی تھی، مگر میں نے محض اس لئے شکریہ سے انکار کر دیا کہ میری خدمات حاصل کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ سے خط و کتابت کی جائے۔

مخالفت نہیں نہیں بلکہ بغض نکالنے والوں میں سے دو شخصوں کا حشر تو یہ ہوا کہ ان میں سے ایک نیم دہریہ ہے اور دوسرا بہائی مذہب کا پیرو، بہرحال وہ نور کیلئے بہت ہی آزمائش کا وقت تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے نکالا، میری نیت نیک تھی اور قلب صاف، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے خدمت دین کی بڑھ چڑھ کر توفیق دی۔ نور کے مضامین تبلیغی رنگ میں جس قدر مقبول ہوئے اور ہو رہے ہیں، دوست تو دوست دشمن تک بھی اس کے معترف ہیں اور ایڈیٹر نور کی تصانیف کا ترجمہ سندھی اور مرہٹی اور گجراتی زبانوں تک میں ہوا، اس سے بڑھکر اور کیا قبولیت ہو سکتی ہے کچھ عرصہ ہوا، مشہور آریہ پروفیسر رام دیو نے اسلام پر چھ سوالات کئے، اور بھی کئی لوگوں نے جواب دئے، خاکسار ایڈیٹر نور نے بھی جرأت کی اور میرا یہ جواب اخبار نور کے ۲۴ صفحات پر آیا۔ اور اس جواب کے لئے مجھے پورے چودہ گھنٹے علاوہ نمازوں کے وقت کے بدوں کچھ کھانے پینے کے ایک ہی نشست پر بیٹھنا پڑا۔ مگر خدا کی نوازش سے وہ میرا جواب، اسقدر مقبول ہوا، کہ اور تو اور خود پروفیسر رام دیو کو اس جواب کی خوبی اور سلامت روی کی داد دینی پڑی۔ ۱۹۲۳ء میں جب ملکانہ میں ارتداد کا طوفان اُمڈھا ان دنوں میں فرقان حمید کے گورمکھی ترجمہ میں ہمہ تن مصروف تھا، جوں توں کر کے تین روز میں نے اس ترجمہ سے نکال کر "آریہ مذہب کی حقیقت" نامی کتاب لکھی اور وہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ زمیندار، سیاست اور مسلم آؤٹ لک نے یہ لکھا کہ آجتک اس موضوع پر جس قدر کتابیں لکھی گئیں یہ ان سب پر فائق ہے۔ اور پھر علاوہ ایک سو روپیہ اس وقت تبلیغی فنڈ میں ادا کرنے کے اللہ کریم نے قریباً ایک ماہ مجھے تبلیغی فیلڈ میں بھی کام کرنے کی توفیق بخشی۔ یہ محض اللہ کا فضل ورنہ من آنم کہ من دانم، پھر اس کے بعد خداوند قدوس نے مجھے فرقان حمید کے گورمکھی ترجمہ کے شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اب ہندی ترجمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گورمکھی سیرت زیر طبع ہے، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ اور مجھے خوشی ہے کہ ان کار خیر اور کارہائے نمایاں کی وجہ سے احمدیت کا بول بالا ہو رہا ہے، اور اس رنگ میں احمدیت کا نام بلند کرنے میں زیادہ تر اخبار کا ہی دخل ہے، کیونکہ نور کے ذریعہ ہی میں تبلیغی لائن میں پڑا اور نور کے ذریعہ ہی میری واقفیت میں وسعت ہوئی اور اس کے ذریعے ہی لکھنے کا ڈھنگ آیا، اس لئے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مجھے نور سے کسقدر محبت ہونی چاہئے جس کا ثبوت یہ ہے کہ میں اپنے چھ نہیں بلکہ سات بچے سمجھتا ہوں۔ جن میں سے ایک نور بھی ہے ..... جسکی پرورش اور قیام کیلئے مجھے بچوں سے کچھ کم دلسوزی نہیں کرنی پڑی، نور جس خلوص قلب اور صدق نیت سے غیر مذاہب میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو بجا لا رہا ہے، الحمدللہ! دوست تو دوست دشمن تک بھی اس کے معترف ہیں، دوست جہاں اسکی توسیع اشاعت میں مربیانہ سعی سے کام لیں وہاں اس کی لمبی عمر کیلئے بھی دعا فرمائیں کیونکہ اس ہونہار پودہ کی جتنی لمبی عمر ہوگی اتنی ہی حسن و خوبی سے یہ تبلیغ اسلام کے اہم کار خیر کو بجا لا سکے گا۔

شذرات

ہندو مہاسبھا کا رویّہ

۱۵ر جولائی کا پرتاپ لکھتا ہے کہ "ہندو مہا سبھا کا دعوےٰ تو یہ ہے کہ وہ ایک قوم پرست جماعت ہے لیکن اب اس میں ایسا عنصر داخل ہو چکا ہے جو قوم پرستی کے اصولوں سے کوسوں دور بھاگتا ہے اور حکومت انگلشیہ کی خدمت سرانجام دینا اپنا فخر سمجھتا ہے"۔ مگر برخلاف اس کے اسی پرچہ میں بھائی پرمانند سابق صدر ہندو مہاسبھا کہتے ہیں کہ "میں فرقہ پرست نہیں ہوں اور حکومت کے ہمیشہ خلاف رہا ہوں"۔ اب ان دونوں میں سے کون راستی پر ہے ایڈیٹر پرتاپ یا بھائی پرمانند، بہتر ہو کہ یہ دونوں صاحبان پہلے اپنے گھر میں فیصلہ کر لیں۔

مُسلمانوں کی رواداری

۱۴ر جولائی کا پرتاپ لکھتا ہے کہ "ایک شخص پیر حسین شاہ نامی نے سکرٹری شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کو لکھا ہے کہ "میں پیر بدھو شاہ کی اولاد سے ہوں جس کی خالصہ تاریخ شاہد ہے، جنہوں نے گرو دسم بادشاہ کے وقت اپنے پانچ صد مریدوں کا جتھا گورو صاحب کے پیش کیا تھا، اور پیر صاحب نے اپنے دو لڑکے گورو جی کی خاطر شہید کرائے تھے، ہم نے اس سے پہلے بھی خالصہ جی کا مصیبت میں ساتھ دیا ہے، ہمارا جتھا گورو کے باغ میں بھی سیوا کیلئے تیار تھا اور میں اب بھی خالصہ کیلئے ہر ایک قربانی کرنے کے واسطے تیار ہوں"۔

یہ جذبہ اور رواداری مبارک ہے اور یہ جذبہ اور بھی مبارک ہو سکتا، جبکہ اسی قسم کی رواداری کا خیال سکھوں کے دلوں میں بھی پیدا ہو سکتا۔

فلمی دُنیا اور مولٰنا ابوالکلام آزاد

۱۴ر جولائی کا پرتاپ لکھتا ہے کہ "مکالمے عام فہم اور سلیس اردو میں لکھے گئے ہیں کہ سب سمجھ سکیں ہندوستان کی فلم کمپنیوں کو بنگال ٹاکیز کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ کارکنوں نے ملک کے شہرۂ آفاق ادیب اور خطیب اور سیاسی رہنما مولانا ابوالکلام صاحب آزاد سے اس ٹاکیز کے مکالمے تصنیف کرائے ہیں"۔

ایک مولانا کی یہ شان کے شایان نہیں ہے کہ وہ فلمی دُنیا میں دخل دیں، خواہ وہ دخل اپنے رنگ میں کیسا ہی پاکیزہ کیوں نہ ہو، کیونکہ فلمی دُنیا جو اپنے اندر قباحتیں رکھتی اور ہندوستان کا شریف طبقہ جس نظر سے اسے دیکھتا ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں ہے۔

سکھ اخبار اور شہید گنج کی مسجد

دہلی کا مصور اخبار ریاست جس کے ایڈیٹر سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون ہیں وہ مسجد شہید گنج کے متعلق لکھتا ہے کہ "ہمارے خیال میں اس کشیدگی اور شر انگیزی کا فیصلہ اس صورت میں ممکن ہے کہ اس عمارت کا وہ حصہ سکھوں کے قبضے میں رہنے دیا جائے جہاں سکھ شہید ہوئے تھے، اور مسجد کا وہ حصہ مسلمانوں کو دے دیا جائے، جہاں نماز پڑھی جاتی تھی، سکھوں اور مسلمانوں کے اس جھگڑا کے تصفیہ کیلئے دونوں اقوام کے لیڈروں کو چاہیئے، کہ فوراً ایک مشترکہ کمیٹی بنا کر فیصلہ کر لیں تاکہ شر انگیز اور نفاق پسند لوگوں کو اپنی اغراض پورا کرنے کا موقع نصیب نہ ہو۔

ایک سکھ لیڈر اور شہید گنج کی مسجد

سرکردہ لیڈر ماسٹر موتا سنگھ انندپوری نے سکھوں اور مسلمانوں میں دوستانہ تعلقات بحال کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اپیل شائع کی ہے۔ "اس وقت ہمیں اپنے برادرانہ تعلقات کو زیادہ مضبوط کرنیکی ضرورت ہے، یہ وقت مندر اور مسجد کیلئے لڑنے کا نہیں ہے، اگرچہ اس کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے کہ مسمار شدہ عمارات مسجد تھی لیکن اس کے باوجود میرے سکھ بھائیوں کیلئے یہی مناسب ہے کہ وہ کسی موزوں جگہ پر مسلمانوں کو مسجد بنا دیں اور اس طرح مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھنڈا کر دیں اس طریق سے وہ اپنے مہا گوروؤں کی روایتی شہرت کو بھی جنہوں نے تمام لوگوں کو ایک نظر سے دیکھکر اپنے مشترکہ مذہب کو قائم کیا، زندہ رکھ سکتے ہیں۔ شری گورو ہرگوبند صاحب نے ہرگوبند پور میں خود ایک مسجد تعمیر کرائی جو ابھی تک موجود ہے۔ سردار دیوان سنگھ اور ماسٹر موتا سنگھ صاحب کی تجاویز نہایت معقول ہیں اگر سکھ قوم اپنے ان بھائیوں کی مستحسن تجاویز پر عمل پیرا ہو سکے تو سکھوں اور مسلمانوں میں ایک مستقل اتحاد کی بنیاد پڑ سکتی ہے اور ہمارا مستقبل نہایت شاندار ہو سکتا ہے۔ کسی کو گرویدہ کرنے کیلئے کچھ نہ کچھ قربانی کرنی ہی پڑتی ہے۔ اور پھر اس وقت مسلمان ایک جائز شکایت رکھتے ہیں اور اس شکایت کا رفع کرنا سکھ دوستوں کا فرض ہے۔ جس سے دو فوجی نسلوں میں دوستانہ تعلقات بحال ہو سکتے ہیں جس کا نیک نتیجہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔

اخوت اسلام کا روح پرور جذبہ بھائی پرمانند کی نظر میں

۱۴ر جولائی ۳۵ء کے آریہ گزٹ میں بھائی پرمانند ایم۔اے لکھتے ہیں کہ "روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک واقعہ پیش آیا، ایک بہت بدصورت سیاہ فام غیر معمولی طور پر موٹے ہونٹوں والا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حبشی جس کا نام بلال رضؓ تھا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا میں آپ کی امت میں داخل ہونا چاہتا ہوں لیکن میرا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ میرے ساتھ کھانے پینے اور بیاہ شادی کا رشتہ کرنے پر تیار ہیں یا نہیں، حضرتؐ نے حاضرین کو مخاطب ہو کر کہا کہ ایمان کی شرط صرف اتنی ہے کہ یہ شخص دل سے اپنے ایمان کی تصدیق کرتا ہے اور منہ سے اس کا اقرار کرتا ہے، آپ میں سے کتنے لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رشتہ کرنے کیلئے تیار ہیں؟

قریش خاندان کے سات اشخاص کھڑے ہوئے جنہوں نے کہا کہ ہم اسکو اپنے ساتھ شامل کریں گے اور اپنی لڑکی بھی دینگے، بلال رضؓ حبشی اسلامی گروہ میں شامل ہو گیا اور اسلام کا بڑا زبردست مددگار بنگیا۔" عرب میں قریش کو وہی اہمیت اور برتری حاصل تھی، جو ہندوستان میں برہمنوں کو ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور بابرکت صحبت نے قریش کی ذہنیت کو نہایت ہی قلیل عرصہ میں بالکل بدل دیا اور چھوٹے بڑے کی تفریق مٹادی، اہمیت رہی تو ایمان اور تقویٰ کو، مگر ہندوستان میں اگر مسلمانوں کا یہ بابرکت جذبہ ڈھیلا پڑ گیا، اور ہندو دھرم کی ذہنیت اگر بہت حد تک نہیں تو خاصی حد تک، اسلامی تمدن پر اثر انداز ہوئی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسلام کی ترقی ہندوستان میں محدود رہی ورنہ اس وقت آٹھ کروڑ اچھوت کہلانے والے اسلام کا زبردست بازو بنے ہوئے ہوتے۔

کیا مسلمانوں کی یہ قابلِ قدر ذہنیت عود کریگی

کم از کم میں اس سے مایوس نہیں اور میرا یہ قیافہ ہی کہ یہ ذہنیت ضرور پیدا ہو کر رہیگی، کیونکہ اسلام میں اس کی تعلیم اور پھر بزرگان اسلاف کے نمونے موجود ہیں جن پر ایک یا دوسری وجہ سے غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے اور اس وقت جبکہ ہمسایہ قوم ہندو اچھوت کہلانے والوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کیلئے بیتاب ہے کچھ تعجب نہیں کہ ان کی یہ بیتابی ہمیں ہوش میں لانے کے لئے مددگار ہو سکے اور اس معاملہ میں جب ہم میں بیداری پیدا ہوئی تو اسلام کے لئے وہ دن بہت بابرکت ہوگا۔ اور یہ آٹھ کروڑ اچھوت کہلانے والے مسلمانوں کے بھائی بن سکیں گے، کیونکہ حقیقی مساوات صرف اسلام ہی دے سکتا ہے، ہاں میری یہ خواہش ہے کہ یہ بیداری جلد پیدا ہو، ایسا نہ ہو کہ چڑیوں کے کھیت چگ جانے کے بعد ہمیں ہوش آئے، جس کا کچھ فائدہ نہیں۔

مُسلمانوں کی رواداری

بعض عاقبت نااندیش لوگوں نے حکومت افغانستان کے برخلاف یہ پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے کہ افغانستان میں سکھوں کیلئے کوئی امن نہیں، اس کے متعلق سردار بہادر کاہن سنگھ صاحب آف نابھہ جو مذہبی تقدس کے نقطہ خیال سے سکھ کمیونٹی میں ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں اور جو خود بھی افغانستان سے ہو آئے ہیں۔ وہ ۲۰ ر جولائی کے پرتاب میں اس معاملہ کے متعلق اس طرح رقمطراز ہیں کہ "میں اخبارات میں عموماً سکھ رعایا پر حکومت افغانستان کی سختیوں کے متعلق خبریں پڑھتا رہتا ہوں، افغانستان کا ذاتی تجربہ ہونے کی وجہ سے میں نے کبھی ان بیانات میں یقین نہیں کیا، لیکن اپنا اطمینان کرنے کیلئے میں نے کابل میں اپنے دوستوں سے تحقیقات کی اور مجھے ان کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی کہ ان بیانات میں کوئی صداقت نہیں ہے، میں اپنے سکھ دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس قسم کی افواہوں پر یقین نہ کریں۔ اگر کسی کو کوئی شکایت ہے تو اس کے تدارک کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے افغان گورنمنٹ کے روبرو پیش کیا جائے اور مجھے یقین ہے کہ اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا بغیر تصدیق کے اس قسم کی افواہوں پر یقین کرنے کا کچھ فائدہ نہیں، میں اخبارات اور ذمہ دار اصحاب سے اپیل کروں گا کہ وہ اس قسم کے معاملہ پر غور کرتے وقت احتیاط سے کام لیں مسلمان ایک روادار قوم ہے، اسے کبھی خواب میں بھی یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی صورت میں بھی اپنی ہمسایہ قوم کو تکلیف دے، دور کیوں جاؤ حضور نظام کی مملکت میں سکھوں کا ناندیڑ میں ایک گوردوارہ ہے اور حضور نظام کی طرف سے پچاس ہزار روپیہ سالانہ سے زیادہ کی جاگیر ہے، اتنی جاگیر کسی سکھ ریاست میں بھی سکھ گوردوارہ کے نام نہ ہوگی۔

رائے بہادر بنارسی داس زندہ باد

پچھلے دنوں رائے بہادر موصوف انبالہ تشریف لیگئے تو چند مسلمانوں نے دوڑ کر آپ کا استقبال کیا ایک غریب اور نابینا مسلمان مسمی محمد اسماعیل نے نرمی سے کہا، ہم مسلمانوں کی ایک درخواست ہے، رائے بہادر نے سنجیدگی سے جواب دیا، کہو کیا ارشاد ہے، محمد اسماعیل نے کہا مسجد سبزی فروشاں کے متصل آپکی جائداد ہے ہم مسجد کی مرمت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ دو تین فٹ زمین مسجد کے لئے دیدیں آپ جتنا معاوضہ مانگیں گے ہم محلہ کے غریب لوگ ادا کر دیں گے، اس پر رائے بہادر نے فرمایا کہ آپ دو تین فٹ زمین لیکر کیا کرو گے میں خدا کے راستہ پر اپنا مکان دینے کو تیار ہوں، چنانچہ آپ نے اپنے مکان کی رجسٹری مسجد کے نام کرا دی۔ چنانچہ یہ جگہ پانچ چھ ہزار کی مالیت سے کم نہیں۔

اگر شہید گنج کے معاملہ کے متعلق سکھوں کی ذہنیت کا رائے بہادر کی ذہنیت سے مقابلہ کیا جائے تو بیساختہ زبان سے یہ مصرع نکل جاتا ہے ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

رائے بہادر موصوف کی یہ نیکی عالم اسلام میں رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ کیونکہ مسلمان ایک بہترین قدردان قوم ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔"

یعنی جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا، ضرورت ہے کہ جگہ جگہ جناب رائے بہادر موصوف کے اس نیک قدم کے لئے جو ہندو اور مسلمانوں میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کرنے والا ہے شکریہ کے ریزولیوشن پاس کئے جائیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احرار کی کمینگی آریہ پریس کی نظر میں!

گذشتہ دنوں جو ایک لفنگے احراری کی طرف سے جناب مرزا شریف احمدؐ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ پر حملہ کیا گیا وہ اخبار بین احباب سے پوشیدہ نہیں ہوگا۔ احرار کی اس کمینہ حرکت پر ۲۱ ؍ جولائی کا پرکاش لکھتا ہے کہ "قادیان سے یہ افسوسناک اطلاع موصول ہوئی ہے، کہ وہاں کسی نامعلوم (معلوم ہے) شخص نے خلیفہ قادیان کے چھوٹے بھائی کپتان مرزا شریف احمدؐ پر لاٹھی سے حملہ کیا .... اگر حملہ آور نے ساری کارروائی کسی شخص کی انگیخت پر کی ہے یا مرزائیوں کی دلآزاری کے لئے کی ہے تو اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم۔ کیونکہ اس قسم کے حملوں سے کشیدگی بڑھتی اور فضاء مکدر ہوتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ قادیان کے سرکردہ ہندو اور سکھ اور مسلم ملکر اس قسم کی عملی کوشش کریں جس سے آئندہ کے لئے اس قسم کے حملے رک جائیں۔

جناب مرزا شریف احمدؐ پر جو کمینہ حملہ کیا گیا اُس نے احراریوں کی کمینگی کو بالکل برہنہ کر دیا، اگر ہم احمدی غیر معمولی ضبط اور تحمل سے کام نہ لیتے تو معاملہ بالکل دگرگوں ہوتا، مگر آخر تحمل، ضبط اور بردباری کی بھی کوئی حد ہے، اس لئے میں حکومت سے یہ کہوں گا، کہ وہ جلد اس قسم کے کمینہ حملوں کا سدباب کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو۔

احرار کی کمینگی سکھ پریس کی نظر میں

۲۱ ؍ جولائی کا شیر پنجاب لکھتا ہے کہ:-

"قادیان میں احراریوں اور احمدیوں کے درمیان منافرت اب اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ تشدد شروع ہوگیا ہے، مرزا غلام احمدؐ صاحب مرحوم بانی جماعت احمدیہ کے فرزند مرزا شریف احمدؐ صاحب بائیسکل پر سوار کہیں جا رہے تھے، کہ کسی احراری نے آپ کے سر پر ڈانگ چلائی۔ جو خوش قسمتی سے سر کی بجائے آپ کی بیٹھ پر لگی۔ دوسرا وار حملہ آور کرنے لگا تو آپ بائیسکل سے اتر آئے اور وہ وار بھی سر پر نہ لگ سکا اتنے میں حملہ آور بھاگ کر ایک احراری کے گھر میں گھس گیا

مسلمانوں میں تشدد کی سپرٹ ترقی کر رہی ہے اور وہ تشدد کے بل دوسری اقوام کو مرعوب و مطیع کرنا چاہتے ہیں۔ اب جماعت احمدیہ کو تشدد سے ہی مٹا دینے کا پروگرام جاری ہے، گذشتہ دنوں ایک شخص نے پشاور میں احمدیہ جماعت کے ایک لیڈر پر پستول سے حملہ کیا، لیکن خوش قسمتی سے پستول چل نہ سکا، اور حملہ آور گرفتار ہو کر کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ اب یہ دوسرا حملہ مرزا صاحب کے چھوٹے بیٹے اور موجودہ خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؐ صاحب کے برادر اصغر پر ہوا ہے، یہ وہ اکثریت ہے جس کے رحم پر چھوڑا جا رہا ہے۔"

کراؤن ہوٹل شملہ

جناب سردار نظام الدین خاں صاحب نے زر کثیر صرف کر کے شملہ مال روڈ پر نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کراؤن ہوٹل کے نام سے ایک ہوٹل جاری کیا ہے، صفائی بہترین، کھانا نہایت اعلیٰ اور دام واجبی، گویا حقیقی معنوں میں یہ ہوٹل کم خرچ بالانشین کا مصداق ہے جو دوست شملہ تشریف لے جائیں وہ اس ہوٹل میں ٹھہر کر اس امر کا بہترین اندازہ لگا سکیں گے، کہ تھوڑے داموں پر انہیں اس ہوٹل میں کسقدر آرام میسر آسکتا ہے لہٰذا دوستوں کو ضرور اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

قرآن شریف کا گورمکھی ترجمہ اور اسکی اشاعت

اسوقت خواہشمند گورمکھی دان سکھوں اور ہندوؤں کی خاصی درخواستیں آئی پڑی ہیں جو فرقان حمید کے گورمکھی ترجمہ کے خریدنے کی توفیق نہیں رکھتے مگر پڑھنے کیلئے بیتاب ضرور ہیں، فرقان پاک کی مقدس تعلیم سے ناواقف لوگوں کو آگاہ کرنا یہ بہترین نیکی ہے اسلئے اگر دوست اس کار خیر میں حصہ لے کر ان خواہشمندوں کو فرقان کریم کے نور سے منور کر سکیں تو یقیناً وہ تبلیغ اسلام کے بہترین فرض کو بجا لائیں گے اور اللہ کے حضور اجر عظیم کے مستحق ہونگے، اس ترجمہ نے گورمکھی دان سکھوں اور ہندوؤں پر کیا اثر کیا؟ اس کیلئے آپ اسی اخبار کے ۱۳ و ۱۴ صفحات ملاحظہ کیجئے، گھر کی لاگت پانچ روپے ۴

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال اور جماعت احمدیہ

(از قلم حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ)

سر محمدؐ اقبال صاحب کو کچھ عرصہ سے میری ذات سے خصوصاً اور جماعت احمدیہ سے عموماً بغض پیدا ہوگیا ہے اور اب ان کی یہ حالت ہے کہ یا تو کبھی وہ ان ہی عقائد کی موجودگی میں جو ہماری جماعت کے اب ہیں جماعت احمدیہ سے تعلق موانست اور مواخات رکھنا بُرا نہیں سمجھتے تھے، یا اب کچھ عرصہ سے وہ اس کے خلاف خلوت و جلوت میں آواز اٹھاتے رہتے ہیں، میں ان وجوہ کے اظہار کی ضرورت محسوس نہیں کرتا، جو اس تبدیلی کا سبب ہوئے ہیں، جس نے ۱۹۱۱ء کے اقبال کو جو علی گڑھ کالج میں مسلمان طلباء کو یہ تعلیم دے رہا تھا کہ

"پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے، جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں"

۱۹۳۵ء میں ایک دوسرے اقبال کی صورت میں بدل دیا جو یہ کہہ رہا ہے کہ "میرے نزدیک قادیانیت سے بہائیت زیادہ ایماندارانہ ہے کیونکہ بہائیت نے اسلام سے اپنی علیحدگی کا اعلان واشگاف طور پر کر دیا، لیکن قادیانیت نے اپنے چہرے سے منافقت کی نقاب الٹ دینے کے بجائے اپنے آپ کو محض نمائشی طور پر جزو اسلام قرار دیا اور باطنی طور پر اسلام کی روح اور اسلام کے تخیل کو تباہ و برباد کرنیکی پوری کوشش کی"

(زمیندار ۵ ؍ مئی ۳۵ء)

یعنی ۱۹۱۱ء کی احمدیہ جماعت آج ہی کے عقائد کے ساتھ صحابہؓ کا خالص نمونہ تھی، لیکن ۱۹۳۵ء کی احمدیت بہائیت سے بھی بدتر ہے، اسی بہائیت سے جو صاف لفظوں میں قرآن کریم کو منسوخ کہتی ہے، جو واضح عبارتوں میں بہاء اللہ کو ظہور الٰہی قرار دیتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کو فضیلت دیتی ہے، گویا ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال صاحب کے نزدیک اگر ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو منسوخ قرار دیتا، قرآن کریم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے بڑھ کر تعلیم لانے والا مدعی ہوتا، نمازوں کو تبدیل کر دیتا اور قبلہ کو بدل دیتا ہے اور نیا کلمہ بناتا اور اپنے لئے خدائی کا دعویٰ کرتا ہے، حتیٰ کہ اس کی قبر پر سجدہ کیا جاتا ہے تو بھی اس کا وجود ایسا بُرا نہیں مگر جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیتا، آپ کی تعلیم کو آخری تعلیم بتاتا، قرآن کریم کے ایک ایک لفظ، ایک ایک حرکت کو آخر تک خدا تعالےٰ کی حفاظت میں سمجھتا ہے اسلامی تعلیم کے ہر حکم پر عمل کرنے کو ضروری قرار دیتا ہے اور آئندہ کے سب روحانی ترقیات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور غلامی میں محصور سمجھتا ہے وہ بُرا اور بائیکاٹ کرنے کے قابل ہے۔

دوسرے لفظوں میں سر محمد اقبال صاحب مسلمانوں سے یہ منوانا چاہتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو منسوخ کرے، قرآن کریم کے بعد ایک نئی کتاب لانے کا مدعی ہو، اپنے لئے خدائی کا مقام تجویز کرے اور اپنے سامنے سجدہ کرنے کو جائز قرار دے جس کے خلیفہ کی بیعت فارم میں صاف لفظوں میں لکھا ہو کہ وہ "خدا کا بیٹا ہے" وہ بانی سلسلہ احمدیہ سے اچھا ہے جو اپنے آپ کو خادم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیتے ہیں اور قرآن کریم کی اطاعت کو اپنے لئے ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور کعبہ بیت اللہ اور کلمہ کو مدار نجات سمجھتے ہیں۔ کیونکہ بہائی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اور قرآن کریم پر حملہ کرتے ہیں لیکن احمدی سر محمد اقبال اور ان کے ہمنواؤں کو روحانی بیمار قرار دے کر انہیں اپنے علاج کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور ان کے ایمان کی کمزوریوں کو ان پر ظاہر کرتے ہیں

ع ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

سر محمد اقبال صاحب اس عذر کی پناہ نہیں لے سکتے کہ میرا صرف یہ مطلب ہے کہ بہائی منافق نہیں اور احمدی منافق ہیں۔ کیونکہ اول تو یہ غلط ہے کہ بہائی کھلے بندوں اپنے مذہب کی تلقین کرتے ہیں اگر سر محمد اقبال یہ دعویٰ کریں تو اس کے صرف یہ معنی ہونگے، کہ بیسویں صدی کا یہ مشہور فلسفی ان فلسفی تحریکات تک سے آگاہ نہیں جن سے اسوقت کے معمولی نوشت وخواند والے لوگ آگاہ ہیں۔

سر محمد اقبال صاحب کو معلوم ہونا چاہئیے کہ بہائی اپنی کتب عام طور پر لوگوں کو نہیں دیتے، بلکہ انہیں چھپاتے ہیں، وہ ہر ملک میں الگ الگ عقائد کا اظہار کرتے ہیں، وہ امریکہ میں صاف لفظوں میں بہاء اللہ کو خدا کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ لیکن اسلامی ممالک میں اس کی حیثیت ایک کامل ظہور کی بتاتے ہیں وہ اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھ لیتے ہیں، ویسا ہی وضو کرتے ہیں اور اتنی ہی رکعتیں پڑھتے ہیں جتنی کہ مسلمان۔ لیکن الگ طور پر صرف تین نمازوں کے قائل ہیں اور ان کے ہاں نماز پڑھنے کا طریق بھی اسلام سے مختلف ہے۔

پھر یہ بھی درست نہیں کہ احمدی منافق ہیں اور لوگوں سے اپنے عقائد چھپاتے ہیں اگر احمدی مداہنت سے کام لیتے، تو آج سر محمد اقبال کو اس قدر اظہار غصہ کی ضرورت کیوں ہوتی، احمدی ہندوستان کے ہر گوشہ میں رہتے ہیں۔ دوسرے فرقوں کے لاکھوں کروڑوں مسلمان ان کے حالات سے واقف ہیں وہ گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی نماز کے مطابق نماز پڑھنے والے، روزہ رکھنے والے، حج کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے ہیں۔ وہ کونسی بات ہے جو احمدی چھپاتے ہیں اور سر محمد اقبال کے پاس وہ کونسا ذریعہ ہے، جس سے اُنہوں نے یہ معلوم کیا کہ احمدیوں کے دلوں میں کچھ اور ہے، مگر ظاہر وہ کچھ اور کرتے ہیں؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اسقدر محتاط تھے جب ایک صحابی نے ایک شخص کو جس نے جنگ میں عین اسوقت کلمہ پڑھا تھا جب وہ اُسے قتل کرنے لگے تھے قتل کر دیا اور عذر یہ رکھا کہ اس نے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو آپ نے فرمایا هَلْ شَقَقْتَ قَلْبَهٗ کیا تو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا ہے؟ لیکن ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب آج دنیا کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ قوم جس کے افراد نے افغانستان میں اپنے عقائد چھپانے پسند نہ کئے لیکن جان دیدی، ساری کی ساری منافق ہے اور ظاہر کچھ اور کہتی ہے اور اس کے دل میں کچھ اور ہے۔

اگر یہ الزام کوئی ایسا شخص لگاتا جسے احمدیوں سے واسطہ نہ پڑا ہوتا تو میں اسے معذور سمجھ لیتا، لیکن سر محمد اقبال معذور نہیں کہلا سکتے۔ ان کے والد صاحب مرحوم احمدی تھے ان کے بڑے بھائی صاحب شیخ عطا محمد صاحب احمدی ہیں ان کے اکلوتے بھتیجے شیخ محمد اعجاز احمد صاحب سب جج احمدی ہیں اسی طرح ان کے خاندان کے اور کئی افراد احمدی ہیں، ان کے بڑے بھائی صاحب حال ہی میں کئی ماہ ان کے پاس رہے ہیں بلکہ جسوقت اُنہوں نے یہ اعلان شائع کیا ہے اسوقت بھی سر محمد اقبال صاحب کی کوٹھی وہ تعمیر کرا رہے تھے، کیا سر محمد اقبال صاحب نے ان کی رہائش کے ایام میں اُنہیں منافق پایا تھا؟ یا خود اپنی زندگی سے زیادہ پاک زندگی ان کی پائی تھی؟ ان کے سگے بھتیجے شیخ اعجاز احمد صاحب ایسے نیک نوجوان ہیں کہ اگر سر محمد اقبال غور کریں تو یقیناً انہیں ماننا پڑیگا کہ ان کی اپنی جوانی اس نوجوان کی زندگی سے سینکڑوں سبق لے سکتی ہے، پھر ان شواہد کی موجودگی میں ان کا کہنا کہ احمدی منافق ہیں وہ ظاہر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار کرتے ہیں، لیکن دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟

میں تمام ان شریف مسلمانوں سے جو اسلام کی محبت رکھتے ہیں درخواست کرتا ہوں کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس صورت حالات پر غور کریں جو ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے اعلان نے پیدا کر دی ہے اور دیکھیں کہ کیا اس قسم کے غیظ و غضب کے بھرے ہوئے اعلان مسلمانوں کی حالت کو بہتر بنائیں گے یا خراب کرینگے، اور سوچیں کہ ایک شخص جو اپنے احمدی بھائی کو بلوا کر اس سے اپنی کوٹھی بنواتا ہے، دوسرے مسلمانوں کو ان کے بائیکاٹ کی تعلیم دیتا ہے کہاں تک لوگوں کیلئے راہ نما بن سکتا ہے؟ اور اسی طرح وہ شخص جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کھلا حملہ کرنیوالے کو اچھا قرار دیتا ہے اور اپنے ایمان پر اعتراض کرنیوالے کو ناقابل معافی قرار دیتا ہے، کہاں تک مسلمانوں کا خیر خواہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ کاش! سر محمد اقبال اس عمر میں ان امور کی طرف توجہ کرنے کی بجائے ذکر الٰہی اور احکام اسلام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی بجا آوری کی طرف توجہ کرتے اور بیشتر اس کے کہ توبہ کا دروازہ بند ہوتا اپنے نفس کی اصلاح کرتے، تا خدا تعالیٰ ان کو موت سے پہلے صداقت کے سمجھنے کی توفیق دیتا، اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبع کے طور پر اپنے رب کے حضور پیش ہو سکتے، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والسلام (خاکسار مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ)

اغیار کے تعمیری کارنامے

اکثر اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ جو قوم محکومیت کی حالت میں ہو اس کے لئے زندگی کے کسی شعبہ میں ترقی کرنا قریباً ناممکن ہے، ترقی کی پہلی شرط آزادی ہے جب تک کہ کسی قوم کو آزادی حاصل نہ ہو وہ آگے نہیں بڑھ سکتی، بے شبہ اس قول میں صداقت ہے لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ جو قوم محکومیت کی حالت میں ہو وہ محض اس بنا پر مایوس ہو کر بیٹھ جائے کہ چونکہ اس کو آزادی حاصل نہیں ہے اس لئے ترقی کیلئے جدوجہد فضول ہے، آج جو قومیں آزادی کی نعمت سے متمتع ہو رہی ہیں، وہ بھی ہمیشہ سے ایسی آزاد نہ تھیں، یہ آزادی بھی تو ان کی اس مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے جسکو انہوں نے محکومیت کی حالت میں جاری رکھا، اور آخر کار اسقدر صلاحیت و قابلیت پیدا کر لی کہ جب وقت آیا تو انہوں نے آزادی حاصل کر لی۔

جب کسی ملک میں داخلی یا خارجی اسباب سے کوئی زبردست انقلاب برپا ہوتا ہے، یا مختلف اقوام میں کوئی مذہبی، سیاسی کشمکش اور خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے، تو یہ حالت زیادہ طویل مدت تک جاری نہیں رہتی بلکہ جو قوم زیادہ دانشمند، صاحب عزم و حوصلہ اور مضبوط ہوتی ہے، وہ اپنے عزم و استقلال و حسن تدبیر کی بدولت دوسری قوموں کو مغلوب کر کے غلام بنا لیتی ہے، اور جب تک یہ اوصاف اس میں باقی رہتے ہیں برابر غالب رہتی ہے، یہاں تک کہ اس میں آہستہ آہستہ اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو جائیں اور حکومت کرنے کیلئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ باقی نہ رہیں تو محکوم قوموں میں سے جو قوم سب سے مضبوط، متحد، اور بلند حوصلہ ہوتی ہے وہ اس کی جگہ حاصل کر لیتی ہے۔

(۲)

ابتدائے آفرینش سے قوموں کا عروج و زوال اسی طرح جاری ہے اور جس قوم میں صلاحیت و قابلیت ہوتی ہے اور آگے بڑھنے کیلئے جدوجہد کرتی ہے وہ آخر کار سب پر غالب آتی ہے اور جس میں اخلاقی کمزوریاں ہوتی ہیں وہ مغلوب ہو جاتی ہیں۔

عروج و زوال کے یہ اسباب پیش نظر ہندوستان کی قوموں کا غائر نظر سے مطالعہ کیجئے، یہ ظاہر ہے کہ یہاں جو مختلف مذہب و ملت رکھنے والی قومیں آباد ہیں، وہ محکومیت کی حالت میں ہیں، لیکن باوجود محکومیت سب کی حالت یکساں نہیں، بلکہ دنیوی ترقی کے لحاظ سے ان کی حالت مختلف ہے، بعض دولتمند ہیں، بعض مفلس و فلاکت زدہ، بعض کے زیادہ افراد تعلیم یافتہ ہیں اور ان کا تعلیمی معیار بھی بلند ہے، بعض جاہل ہیں، ان کے اکثر افراد تعلیم یافتہ نہیں اور اعلیٰ تعلیم کا ان میں وجود نہیں، اسی طرح تجارتی کاروبار میں ان قوموں کی حالت مختلف ہے، بعض قومیں لاکھوں کروڑوں روپیہ کا کاروبار کرتی اور اس ذریعہ سے دولت حاصل کرتی ہیں، بعض محنت مزدوری اور معمولی درجہ کی ملازمتوں یا ادنیٰ درجہ کی دکانداری اور خوردہ فروشی سے زندگی بسر کرتی ہیں، کہنے کیلئے یہ سب قومیں محکوم ہیں، لیکن باوجود محکومیت ان کی حالت میں اس قدر اختلاف ہے کہ باہم کوئی نسبت نہیں۔

ان محکوم اقوام میں جو قومیں باعتبار تعلیم و دولت بہتر حالت میں ہیں، وہ اپنی موجودہ حالت پر قانع نہیں ہیں، بلکہ ایک شاندار مستقبل ان کے پیش نظر ہے جس کیلئے وہ جدوجہد کر رہی ہیں، یہ ترقی پذیر قومیں چونکہ اس نکتہ سے واقف ہیں، کہ جہالت، افلاس، اور اخلاقی کمزوریاں ترقی سے مانع ہیں، اس لئے وہ اپنے مالی افراد کی مالی و اخلاقی اصلاح کیلئے مختلف وسائل و تدابیر سے کام لیتی رہتی ہیں اور یہ کوشش کرتی ہیں کہ اپنے عوام کو تعلیم و تربیت دیکر اس قدر تیار کر دیں کہ ان میں ہر کام کی صلاحیت و قابلیت پیدا ہو جائے، اور وہ ملکی و قومی ضروریات سے اس حد تک واقف و باخبر رہیں کہ جب کسی قومی مقصد کیلئے ان سے کوئی مطالبہ کیا جائے تو وہ بے تامل اسکو پورا کرنے کیلئے آمادہ ہو جائیں چنانچہ برادران وطن نے اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے تمام ملک میں اسکولوں کالجوں، انجمنوں اور مختلف اصلاحی سوسائیٹیوں کا ایک جال پھیلا دیا ہے اور ان کی قوم کے لاکھوں افراد استقلال سرگرمی، اور خاموشی کے ساتھ کام میں مصروف ہیں

(۳)

چونکہ برادران وطن اس حقیقت کو سمجھ گئے ہیں کہ جب تک ترقی کے جملہ اسباب و وسائل مہیا نہ ہوں کوئی قوم پوری ترقی نہیں کر سکتی، اس لئے قوم کی ہر کمزوری اور مخفی گوشہ پر ان کی نظر ہے لہٰذا انہوں نے بیک وقت زندگی کے ہر شعبہ میں اصلاح و ترقی کے لئے جدوجہد شروع کر دی ہے۔

مثلاً سب سے مقدم چیز تعلیم ہے جس پر ان کی سب سے زیادہ توجہ ہے، ایک طرف وہ گورنمنٹ کی ادنیٰ و اعلیٰ تعلیم گاہوں سے پورا پورا فائدہ حاصل کر رہے ہیں، دوسری طرف خود ان کے ہزاروں چھوٹے بڑے سکول اور کالج تمام ملک میں موجود ہیں جن کا سلسلہ شہروں کے علاوہ دیہات تک ہے، پرانی وضع کے پاٹھ شالے اور گورو کل بھی ہیں یہاں سے جو لوگ پڑھ کر نکلتے ہیں، وہ ایک خاص قسم کے جذبات دوسری قوموں اور حکومت کے متعلق رکھتے ہیں اور مذہبی جامہ پہن کر ملکی سیاسیات میں حصہ لیتے ہیں، دیہات و قصبات میں ان لوگوں کو کام کے لئے بڑا میدان ملتا ہے اور عوام بہت جلد ان کے اثر میں آجاتے ہیں، غرض تعلیم کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں برادران وطن پیش پیش نہ ہوں، مردوں کے علاوہ عورتوں کی تعلیم کا بھی خاص اہتمام ہے صنعتی تعلیم کے لئے بھی زبردست کوشش ہو رہی ہے خصوصاً دیال باغ آگرہ اور ہندو یونیورسٹی بنارس میں جس وسیع پیمانہ پر عملی کام ہو رہا ہے، اس کے دیکھنے کا ہمیں خود موقع ملا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے علاوہ کاروبار تجارت میں برادران وطن کا جو حصہ ہے وہ بھی سب کے سامنے ہے، ان کے بنک ہیں، تجارتی کوٹھیاں ہیں، کارخانے ہیں، کمپنیاں ہیں گویا ملک کا تمام کاروبار تقریباً انہی کے ہاتھ میں ہے اور مسلمانوں کا حصہ اس میں برائے نام ہے۔

(۴)

اصلاح معاشرت کے سلسلے میں بھی بہت کام ہو رہا ہے، مثلاً کمسنی کی شادی اور بیوہ کا دوسرا بیاہ جو ہندو سوسائٹی میں سخت معیوب تھا اب اس کی اصلاح کیلئے زبردست کوشش ہو رہی ہے، اسی طرح چھوت چھات اور ذات پات کے امتیاز اور دوسرے پرانے مراسم کے مٹانے کے لئے ہندو ریفارمر پوری جدوجہد کر رہے ہیں، سوشل اصلاح کے سلسلہ میں مختلف برادریوں نے بھی اصلاحی جماعتیں قائم کر رکھی ہیں، یعنی ہر برادری کے افراد اس کوشش میں مصروف ہیں کہ ان کی برادری میں جو بُری رسمیں جاری ہیں خصوصاً جن کی وجہ سے غیر ضروری مصارف کا بار پڑتا ہے، وہ یک قلم ترک کر دی جائیں، یا ان کی معقول اصلاح کی جائے، اصلاح کا یہ کام ہر صوبہ میں بڑی قوت سے ہو رہا ہے، اور ہندو قوم رسم و رواج کے دلدل سے نکلنے کی پوری کوشش کر رہی ہے۔

تعلیم ہی کے سلسلہ میں زبان کا مسئلہ بھی ہے، لٹریچر کو قومی ترقی سے خاص تعلق ہے، برادران وطن ہندی کو اپنی زبان سمجھتے ہیں، اور اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان، اگرچہ یہ خلاف واقعہ ہے لیکن یہاں اس پر بحث کا کوئی موقع نہیں، بلکہ اس حقیقت کا اظہار مقصود ہے کہ ہندی کی ترقی و اشاعت کے لئے ملک میں سخت جدوجہد ہو رہی ہے، اور اس تحریک میں تمام ہندو لیڈر شریک ہیں، یہاں تک کہ خود گاندھی جی نے ابھی حال میں اندور میں آل انڈیا ساہتیہ سمیلن کی صدارت کرتے ہوئے نہایت صفائی سے یہ کہدیا تھا کہ ہماری قومی زبان ہندی ہے اور یہی ایک زبان ہے۔ جسے ہم ہندوستان کی مشترکہ بولی کہہ سکتے ہیں

(۵)

۱۹۱۸ء سے جنوبی ہند میں ہندی کا پرچار شروع ہوا تھا، گاندھی جی کے بیان کے مطابق دکن کے چھ لاکھ باشندوں نے ہندی سیکھ لی ہے، اور چار ہزار دو سو اشخاص نے ہندی کے امتحانات دئے ہیں۔ چھ سو ہندی کے مدرس تیار کئے گئے ہیں اور چار سو پچاس مقامات پر ہندی کا پرچار جاری ہے، جنوبی ہند کے علاوہ اڑلیسہ و بنگال میں بھی ہندی سمیلن قائم ہو چکے ہیں، آسام میں بھی کام کا آغاز ہو چکا ہے،

ہمارے صوبہ کی زبان اردو ہے اور یہ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کا مرکز ہے، مگر سرکاری رپورٹوں کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندی کتابیں اردو سے زیادہ شائع ہوتی ہیں، ان حالات۔ سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہندی کی ترقی کیلئے بیک وقت سارے ملک میں کیسی زبردست کوشش ہو رہی ہے۔

برادران وطن کے سیاسی کام کا نظام مکمل ہے، کانگرس کی شاخیں سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں اور اس کے لاکھوں کارکن عوام کو بیدار و تیار کرنے میں مصروف ہیں، اس مقصد کیلئے بہت سا سستا لٹریچر بھی تیار کیا گیا ہے جو دیہات و قصبات میں پڑھا جاتا ہے، اس کے علاوہ برادران وطن کے بہت سے کثیر الاشاعت اخبارات بھی ہیں جو عوام میں سیاسی جوش و بیداری پیدا کر رہے ہیں۔

اس موقعہ پر یہ امر خصوصیت سے لائق توجہ ہے کہ سیاسی و اصلاحی جدوجہد کے سلسلہ میں صرف ہنگامی تقریروں اور پُرجوش تحریروں پر قناعت نہیں کی جاتی بلکہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو سیاست کی صحیح تعلیم دی جاتی ہے اور ان کو خاص طور پر تیار کیا جاتا ہے تاکہ وہ سیاسی رہنمائی کے علاوہ قوم کی اخلاقی اصلاح بھی کر سکیں۔

(۶)

چنانچہ اس سلسلہ میں سرونٹ آف انڈیا سوسائٹی یعنی انجمن خدام ہند پونا شاندار کام کر رہی ہے، حال میں بعض اخبارات میں اس سوسائٹی کی کارگذاری پر جو خیالات ظاہر کئے گئے ہیں، ان میں بتایا گیا ہے کہ اس سوسائٹی کے بانی مسٹر گوپال کرشنا گوکھلے آنجہانی تھے، اس کے قیام پر اب تقریباً ۳۰ سال کا زمانہ گذر چکا ہے، یہ سوسائٹی بہت سے مفید کام کر رہی ہے. سوسائٹی کے ذرائع آمدنی وسیع ہیں اور علاوہ فیاضانہ چندوں کے بعض اوقاف بھی سوسائٹی کے قبضہ میں ہیں، جن کی آمدنی سے وہ مناسب مقامات پر ضروری تعلیم کا (خواہ وہ عام ہو یا کسی پیشہ کے متعلق) انتظام کرتی ہے، بعض جگہ آدی اقوام کے لئے بورڈنگ ہاؤس قائم کئے جاتے ہیں۔ جن میں قیام کی کوئی فیس نہیں لی جاتی، بعض مقامات پر جوان عمر کے لوگوں کے لئے مدارس بھی قائم کئے گئے ہیں۔ جن میں حفظ صحت اور ضروری انتظام شہر وغیرہ کی تعلیم بھی خصوصیت سے دی جاتی ہے، تحریک اسکاؤٹ پر بھی خاص توجہ ہے۔

سوسائٹی کے اکثر ممبروں نے مزدوروں کی تنظیم، اصلاح دیہات اور سودیشی تحریک کو ہر دلعزیز و کامیاب بنانے میں نہایت اخلاص و محنت سے کام کیا ہے۔

سوشل خدمات کے سلسلہ میں اچھوت قوموں کے اخلاق اور طرز زندگی میں اصلاح کرنے کے لئے ہر ممکن تدبیر سے کام لیا جاتا ہے، نیز ممبران سوسائٹی نے اڑلیسہ کے سیلاب جنوبی مدراس کے طوفان، اور زلزلہ بہار کے مصیبت زدوں کی خدمت کرنے میں کافی حصہ لیا ہے۔

(۷)

سوسائٹی نے تمام ہندوستان میں مختلف مرکزی مقامات پر اپنی شاخیں قائم کر کے نمایاں کام شروع کر رکھا ہے، بہترین دماغ والے اشخاص کام کرنے میں مصروف ہیں، اور قوم کے دولتمند اشخاص فیاضی سے ان مقاصد کیلئے روپیہ پیش کرتے ہیں، مخلص کام کرنے والے معمولی معاوضہ پر کام کرنے کے لئے آمادہ رہتے ہیں، جو محض اپنی ضرورت کے مطابق معاوضہ لیتے ہیں۔ اور قوم ان کی خدمات کو اعزازی سمجھتی ہے اور ان کا احترام کرتی ہے۔

یہ سوسائٹی ہندو قوم کی ہر طریقہ سے مدد کرتی ہے خواہ وہ پولیٹیکل ہو یا سوشل، جو ہندو اپنے ملک سے باہر افریقہ اور فیجی ہی وغیرہ میں کیوں نہ رہتے ہوں، اگر کسی قسم کی مشکلات میں مبتلا ہوں تو یہ سوسائٹی ان کی مدد کرتی ہے، سوسائٹی کے زیر اثر متعدد روزانہ ہفتہ وار اخبار اور رسائل انگریزی اور مرہٹی وغیرہ میں شائع ہوتے ہیں جو اس کے کام کا پروپیگنڈا کرتے ہیں اور قوم انہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کثرت سے خرید کر مالی مشکلات سے بے نیاز کردیتی ہے، ہمیں ۱۹۱۶ء میں اس سوسائٹی کو دیکھنے کا موقع ملا تھا، اس معائنہ سے جو اثر ہمارے دل پر پڑا اس کا اظہار رسالہ الندوہ لکھنو میں کیا گیا تھا جو اسوقت ہماری ادارت میں شائع ہوتا تھا، چونکہ اس سے برادران وطن کی قوت عمل کا اندازہ ہوتا ہے، لہٰذا اس کا ضروری حصہ ہم آئندہ پرچہ میں شائع کرینگے۔

(۸)

اس وقت یہ عرض کرنا مقصود تھا، کہ جس قوم میں ترقی کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس کی نظر اپنی ہر کمزوری پر رہتی ہے، اور وہ بیک وقت ان کمزوریوں کی اصلاح اور ترقی کے وسائل و تدابیر اختیار کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہی اور جب اس طرح ساری قوم میں ایک بیداری و حرکت پیدا ہوجاتی ہے، اور وہ کسی خاص نصب العین کے حاصل کرنے کے لئے استقلال و ہمت کے ساتھ آگے بڑھتی ہے، تو اس کی کامیابی میں کوئی شبہ نہیں رہتا، صرف وقت کا سوال باقی رہ جاتا ہے۔ کہ وہ اپنا مقصد کتنی مدت میں حاصل کرلے گی۔ تو اس کا اندازہ اس سرگرمی اور جدوجہد سے ہوتا ہے، جو کوئی قوم حصول مقصد کے لئے کرتی ہے، لیکن یہ بہرحال یقینی ہے کہ عموماً ہر کوشش کا نتیجہ آخرکار کامیابی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور ہر قوم بقدر اپنی سعی و ہمت کے اس کے ثمرات سے متمتع ہوتی ہے۔ ع

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

مسلمان بھی اگر اپنے مستقبل کو شاندار بنانا چاہتے ہیں تو انہیں بھی وہی کرنا چاہئے جو دوسرے کرتے ہیں، ترقی کی راہیں سب کیلئے کھلی ہوئی ہیں، کسی کیلئے روک ٹوک نہیں، بلکہ ہر قوم بقدر اپنی کوشش کے فائدہ اٹھاسکتی ہی۔

(۹)

یہ ظاہر ہے کہ مسلمان جو تنزل و انحطاط کی حالت میں ہیں تو بے وجہ نہیں۔ بلکہ اس کا سبب ان کی اخلاقی کمزوریاں و خامیاں ہیں۔ اگر یہ کمزوریاں آج دور ہوجائیں اور خامیوں کی اصلاح کردی جائے، تو آج وہ ترقی کر سکتے ہیں، لیکن یہ کام صبر و استقلال چاہتا ہے محنت چاہتا ہے، وقت چاہتا ہے، صدیوں کی کمزوریاں چند روز میں رفع نہیں ہوسکتیں، اور محض ہنگامی جوش مسلمانوں کے درد کا علاج نہیں۔ مگر مسلمانوں کے اکثر لیڈر اب تک اس نکتہ کو نہیں سمجھے، وہ صرف کسی خاص ضرورت کے وقت مذہب یا حب وطن کے نام پر قوم کے جذبات سے اپیل کرتے ہیں اور قوم بغیر اصل مقصد کے سمجھے ہوئے لیڈروں کی ہنگامہ خیز تحریروں اور شعلہ بار تقریروں سے متاثر ہوکر ان کی آواز پر لبیک کہتی ہے، اور ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوجاتی ہے۔ لیکن جب وہ وقت گزر جاتا ہے تو لوگ بدستور اپنے ذاتی کاروبار میں مشغول ہوجاتے ہیں، ان پر جمود طاری ہوجاتا ہے، اور قومی مقاصد کے لئے کوئی خاص سرگرمی ان میں نہیں پائی جاتی، گویا ان کی حالت ان بیجان چیزوں کی طرح ہے کہ جب ضرورت ہوئی انہیں استعمال کیا، ان سے کام لیا، اور پھر اٹھاکر الگ رکھدیا۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ مسلمان لیڈر قوم کے عام افراد کو تیار کرنے کیلئے مستقل و مسلسل طریقہ سے کام نہیں کرتے اس لئے عوام کو قوم و ملک کی اصلی ضرورتوں کا صحیح طریقہ سے علم نہیں ہے اور وہ نہیں جانتے کہ جس مقصد کے واسطے ان کو دعوت دی جاتی ہے، وہ درحقیقت بیحد ضروری ہی اور ان پر ان کی قومی حیات کا مدار ہے۔

اگر ہمارے لیڈر واقعی یہ چاہتے ہیں، کہ مسلمان من حیث القوم ترقی کریں، اور آگے بڑھیں، تو ان کا فرض ہے کہ قوم کے افراد کو ہر ممکن طریقہ سے تیار کریں اور ان میں صلاحیت و قابلیت پیدا کردیں، کہ وہ تمام قومی مسائل کو سمجھیں اور جب کسی تحریک میں شریک ہوں تو اس لئے نہیں کہ ان کے لیڈر اس تحریک میں شرکت کی دعوت دے رہے ہیں، بلکہ اس لئے کہ وہ تحریک بجائے خود مفید ہے اور اس کی ضرورت کا انہیں خود بھی احساس ہے۔

(۱۰)

اگر قوم میں اس قسم کی صلاحیت پیدا ہوجائے تو اس سے لیڈروں کی پوزیشن بھی مضبوط و مستحکم ہوجائے گی کیونکہ قوم اپنے صحیح احساس کی وجہ سے آخر تک ان کا ساتھ دیگی اور اغیار بھی یہ محسوس کرینگے، کہ لیڈروں کی آواز درحقیقت پوری قوم کی آواز ہے اور جب لیڈر یہ محسوس کریں گے کہ پوری قوم ان کی حمایت پر ہے، تو وہ زیادہ جرأت و ہمت کے ساتھ کام کرسکیں گے اور آخر تک ہمت نہ ہاریں گے، اس وقت جو بعض مسلمان لیڈر آخر تک استقامت سے کام نہیں لیتے، تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انہیں اعتماد نہیں ہے، کہ قوم آخر تک ان کا ساتھ دے گی اور وہ جوش جو قوم میں پیدا ہوگیا ہے، پائدار ہوگا، لہٰذا ان کے پائے استقلال میں جنبش پیدا ہوجاتی ہے اور وہ میدان چھوڑ دیتے ہیں، اس طرح ہمارے دیکھتے دیکھتے متعدد لیڈروں کی پبلک زندگی کا خاتمہ ہوچکا ہے۔ اور قوم کا اعتماد ان پر باقی نہیں رہا اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان لیڈروں کے مطالبات بے اثر ثابت ہوتے ہیں، اور ان پر توجہ نہیں کی جاتی، مسلمانوں کو اگر واقعی کچھ کرنا ہے تو صحیح طریقہ سے کرنا چاہئے، قوانین فطرت کسی کی رعایت نہیں کرتے اور غلط راستہ کسی راہرو کو بھی منزل مقصود پر نہیں پہنچا سکتا۔

(کانفرنس گزٹ)

درخواست دُعا

جناب مولوی سراج الحق صاحب مختار پٹیالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی اہلیہ صاحبہ عرصہ سے بعارضہ تپ دق بیمار ہیں وہ ان کی صحت یابی کیلئے نور کے ناظرین سے دُعا کے مستدعی ہیں، لہٰذا دوست درد دل سے اس بھائی کی اہلیہ کیلئے دعا فرمائیں کہ خداوند قدوس جلد سے جلد انہیں صحت کلی عطا فرمائے۔

چوہدری نور احمد خاں صاحب کارکن مقبرہ بہشتی لکھتے ہیں کہ ان کی ہمشیرہ صاحبہ مسماۃ لکھاں احمدی پندرہ روز بیمار رہکر قادیان میں فوت ہوئیں دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔

قرآن مجید کا گورمکھی ترجمہ ایک سکھ مبلغ کی نظر میں

جناب پنڈت لچھمن سنگھ صاحب پرچارک گورونانک مشنری انبالہ سے لکھتے ہیں کہ

"بندہ نے آپ کا کیا ہوا ترجمہ قرآن مجید بحروف گورمکھی کسی شخص کے پاس دیکھا اور پڑھا اس کے لئے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کیونکہ آپ نے یہ نہایت ہی قابل تعریف کام کیا ہے اور میں اس ترجمہ کو بیحد پسند کرتا ہوں"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیضہ کیواسطے

امرت دھارا

سے بڑھکر دوا نہیں!

آج کل ہمیشہ پاس رکھو!!

کہ وقت بوقت بہت سے خرچ تکلیف اور دکھ سے بچاؤ نقلوں سے بچو تاکہ بھروسہ کر کے سخت حالتوں میں پیچھے پچھتانا نہ پڑے

ہیضہ کے دنوں میں ذرا بھی طبیعت خراب ہو، پیٹ کی کوئی خرابی ہو فوراً ہیضہ کا شک ہو جاتا ہے، آجکل ویسے ہی دن ہیں ذرا سے کھانے پینے کی بدپرہیزی سے طبیعت خراب ہونے لگتی ہے، امرت دھارا فوراً ان تکالیف کو دور کر دیتی ہے اگر ہیضہ (ایشور نہ کرے) شروع ہو جاوے تو بھی امرت دھارا فوراً شروع کر دو، تمام تکالیف دور ہونگی، اگر کسی سخت حالت میں دست و قے بند نہ ہوتے ہوں، کمزوری بہت ہو گئی ہو اور تکلیف کم ہوتی نظر نہ آتی ہو تو فوراً

پران داتا کی گولی دیدو، ایک ہی گولی سے دست و قے اکثر بند ہو جاتے ہیں، دونوں دوائیں پاس رکھو پھر ایشور کی کرپا سے کوئی خطرہ نہیں رہتا ہے!

قیمت امرت دھارا سالم شیشی دو روپیہ آٹھ آنہ 2/8/-، نصف شیشی ایک روپیہ چار آنہ 1/4/-، نمونہ کی شیشی آٹھ آنہ -/8/-۔ قیمت پران داتا صرف ۵ گولی ایک روپیہ 1/-/-

سینکڑوں رایوں میں سے ایک ایک کا خلاصہ

امرت دھارا۔ جناب لالہ مول چند صاحب برادر لالہ گیان چند صاحب سب اوورسیر تحریر فرماتے ہیں "ہماری پن چکیوں کے لالہ صاحب کے لڑکے کو ہیضہ ہو گیا، سب گھبرائے۔ میں نے وہاں جاکر نہ مصری ڈھونڈی صرف پانی میں ہی ۳ بوند دیدیں۔ پلاتے ہی فوراً آرام ہو گیا۔"

پران داتا۔ جناب محمد دین حافظ علی صاحبان ضلع بلہاری دکن سے لکھتے ہیں: "آپ نے ہیضہ کے لئے جو پران داتا بھیجی تھی۔ اس کا استعمال کیا گیا۔ سچ ہے ایشور نے آپ کی دوائی میں عجیب اثر رکھا ہے، خدا اس کا بدلہ دیوے۔"

خط و کتابت و تار کیلئے پتہ امرت دھارا ۱۲۶ لاہور

المشتہر مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون امرت دھارا روڈ امرت دھارا ڈاک خانہ لاہور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن شریف کے گورمکھی ترجمہ کے متعلق سکھ صاحبان کیا فرماتے ہیں؟

ایڈیٹر صاحب نور کا یہ کارنامہ واقعی قابل تعریف ہے

گورمکھی لٹریچر میں آج رسالہ پھلواڑی کا پایہ بہت بلند ہے اس رسالہ کے لائق ایڈیٹر جناب گیانی ہیرا سنگھ صاحب درد اپنے فروری کے پرچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان نے قرآن شریف کا گورمکھی ترجمہ چھپوایا ہے سوا سات سو صفحات ہیں کپڑے کی سنہری جلد ہے، ہمیں یہ دیکھکر خوشی ہوئی ہے کہ دنیا کے ایک بڑے مذہب کی مذہبی کتاب کا گورمکھی میں ترجمہ چھپا ہے، مذہب اور روحانیت کے خواہشمندوں کو ہر ایک مذہب کی مقدس کتب کو ضرور پڑھنا چاہئیے، گورمکھی پڑھے ہوؤں کو اس بات کا کوئی علم نہ تھا کہ قرآن شریف میں کیا لکھا ہے، ایڈیٹر صاحب نور کا یہ کارنامہ واقعی قابل تعریف ہے کہ جنہوں نے گورمکھی دانوں کیلئے بھی فرقان حمید کی تعلیم سے آگاہی حاصل کرنے کا سامان پیدا کر دیا ہے ایڈیٹر صاحب نور کی اس اولوالعزمی کو دیکھکر سکھوں کو بھی سبق حاصل کرنا چاہئیے کہ وہ اپنے مذہبی کتب اور گورو صاحبان کے مقدس اقوال کو دیگر السنہ میں ترجمہ کر کے محض اصل لاگت پر دینے کا انتظام کریں۔"

میری دیرینہ تمنا بر آئی!

جناب گیانی بھگت سنگھ صاحب ہیڈ گرنتھی ہری گورو سنگھ سبھا سمہ سٹہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "مکرم و معظم جناب ایڈیٹر صاحب نور ست سری اکال، عرصہ سے اشتیاق تھا کہ قرآن کریم کی تعلیم سے آگاہی حاصل کی جائے، مگر بوجہ عربی کے نہ جاننے کے ہم محروم تھے، اتفاق حسنہ سے آپ کے ایک قادیانی بھائی کے توسط سے فرقان حمید کا گورمکھی ترجمہ چند یوم کیلئے ملا، جس سے میری دیرینہ خواہش بر آئی۔ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ واقعی قرآن مجید ایک روحانی اور لائق ستائش کتاب ہے ہم آپ کے ممنون ہیں اور آپ کے ہاتھ کا ٹیکہ پڑھ کر بیحد خوش ہوئے ہیں، اور ہماری طرف سے اہل قادیان کو ست سری اکال کہہ دیں۔"

جناب سردار ایل سنگھ صاحب ایم اے

پرنسپل رندھیر کالج کپورتھلہ لکھتے ہیں کہ "چونکہ جناب نے ترجمہ کے متعلق میری رائے طلب کی تھی، دس پندرہ صفحات ہر ہفتہ پڑھتا رہا اور اب ایک دفعہ ختم کر چکا ہوں۔ میں نے پہلے انگریزی میں بھی ترجمہ پڑھا ہے لیکن جو حظ اور فائدہ مجھے آپ کے ترجمہ سے نصیب ہوا، وہ پہلے نہیں ہوا تھا، اب میرے بچے یہ ترجمہ پڑھ رہے ہیں، آپ نے ایسا عمدہ اور سلیس ترجمہ شائع کر کے تمام پنجابیوں پر عموماً اور سکھوں پر خصوصاً بڑا احسان کیا ہے، کیونکہ سچائی سچائی ہے خواہ کسی جگہ سے ملے، مجھے یقین واثق ہے کہ اگر بہت سے پنجابیوں نے اس ترجمہ کو پڑھا تو وہ غلط فہمیاں جو خود غرض اشخاص نے یا جہالت اور ناواقف نے پھیلا رکھی ہیں دور ہو جائینگی، خدا آپ کو اس محنت کا اجر عظیم دے، میں آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے ایسا تحفہ دیا جو دینی اور دنیوی ترقی میں مدد دینے والا ہے۔"

جناب سردار عطر سنگھ صاحب گورنر صوبہ کشمیر

تحریر فرماتے ہیں کہ "مجھے قرآن شریف کے مطالعہ کا بے حد شوق تھا لیکن عربی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے آجتک یہ خواہش پوری نہ ہو سکی، قرآن مجید کا گورمکھی ترجمہ ارسال فرما کر آپ نے میرے مدت کے شوق کو پورا کیا ہے، میں کس زبان سے آپ نے میرے مدت کے شوق کو پورا کیا۔ میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں، بلاشبہ آپ نے گورمکھی زبان میں فرقان کریم کا ترجمہ کر کے گورمکھی دانوں پر بہت احسان کیا ہے اور اسلام کی بڑی بھاری خدمت بجا لائے ہیں۔"

جناب سردار جیون سنگھ صاحب نائب تحصیلدار

پولیٹیکل آفس سبی (بلوچستان) لکھتے ہیں کہ "گو مجھے اپنے فرائض منصبی کے باعث اتنی فرصت تو نہیں مل سکتی کہ میں اس گرنتھ کو جو شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور کی محنت اور عرق ریزی کا نتیجہ ہے کلیتہً پڑھ سکوں تاہم جزوی صورت میں مختلف جگہ سے مطالعہ کر کے میں ذیل کے نتیجہ پر پہنچا ہوں، قرآن شریف کی تعلیم وحدانیت سے بھری پڑی ہے گویا سراسر وحدانیت ہی ٹپکتی ہے، قرآن شریف میں ایسے ایسے مختصر اور بامعنی جملے ملتے ہیں جو دوسری زبانیں اس کے مقابلہ میں خاموش ہیں، مثلاً لفظ انشاء اللہ" کو لیجئے، اس کے معنی ہیں کہ اگر اللہ کو منظور ہے تو۔ یہ کلمہ ٹھوس اور بامعنی اور پاکیزہ رنگ میں ہے، جو اپنی خوبی کی وجہ سے میری زبان پر چڑھ گیا ہے، بعض حضرات اپنی تنگدلی کے باعث اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ سکھ ہو کر عربی لفظ کیوں استعمال کرتے ہو ان کو میرا یہی جواب ہوتا ہے کہ اس لفظ کے مقابلہ میں کوئی دوسرا لفظ سنسکرت یا گورمکھی کا مجھے بتایا جائے تاکہ اکثر گفتگو میں اس کا استعمال کیا جائے مگر صرف دائیں بائیں سر ہلا دینے کے سوا ایسے حضرات کو کوئی جواب نہیں ملتا، میرا سب کی خدمت میں ادب سے مشورہ ہے کہ قرآن شریف کی تعلیم خاطر خواہ دیکھنی ہو تو باقاعدہ اس کا مطالعہ کیا جائے۔

قرآن شریف کی گورمکھی ترجمہ کی زبان کیسی ہے؟

اس بارے میں میں کیا عرض کر سکتا ہوں، چھوٹا منہ اور بڑی بات والا معاملہ ہے، یہ امر محض مطالعہ ہی سے حل ہو سکتا ہے، "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" گرنتھ سامنے پڑا ہے، پڑھکر اندازہ کر سکتے ہیں کیا خوبی ہے کہ عربی کا ترجمہ کیسے کیسے صاف اور بامعنی اور مروجہ الفاظ میں کیا گیا ہے، مختصر یہ کہ ترجمہ قرآن کا ہو اور کرنے والا شیخ محمد یوسف ہو تو پھر زیادہ لب کشائی ایک لن ترانی ہوگی۔ بس شیخصاحب کا نام ہی کافی ہے جو سونے پر سہاگہ ہے، خدا کرے کہ ایسی عالم و فاضل ہستیاں ہر مذہب و ملت میں کثرت سے پیدا ہوں تاکہ مذہبی کشمکش اور سرکشی کا جلد خاتمہ ہو۔

گورمکھی دان بھائی باشندوں کو اس ترجمہ کی کہانتک ضرورت تھی

اس کی ضرورت نہایت سخت تھی جو لوگ پہلے اذان سنکر ہی کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے تاکہ اللہ اکبر کے لفظ سے مامون و محفوظ رہیں اور اس کی زد سے بچ جائیں یہ ترجمہ پڑھکر اب وہ اخیر تک اذان سن سکینگے، مجھے یاد ہے کہ لڑکپن میں میں ایک گاؤں میں گیا، اس کے باہر ایک مسجد تھی جب اذان کا وقت ہوا تو وہاں سے اذان کی آواز آئی تھی کہ اس سے برانگیختہ ہوکر اکثر احباب نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں میں اسوقت گو بے سمجھ تھا، مگر اسقدر سوچ سکتا تھا اور حیران تھا کہ اذان میں شاید ملاں گالیاں نکالتا ہوگا، جسے لوگ سننا گوارا نہیں کرتے، جب میں نے ہوش سنبھالا، اور اذان کے مطلب اور معنی سے باخبر ہو گیا، تو ان کی نافہمی پہ مجھے رونا آیا۔ ع "خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم" - اب شیخصاحب کی مہربانی، کشادہ دلی اور عرقریزی سے ایک اہم ضرورت رفع ہو گئی ہے، اب کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے کی ضرورت نہیں ہر شخص جس میں تھوڑا سا علم ہو وہ اپنی آنکھوں سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیکھ سکتا ہے اور سچ اور جھوٹ میں تمیز کر سکتا ہے، یہ سب جہالت کے رنگ ہیں، میں درگاہ پاک پروردگار میں شیخصاحب کے حق میں دست بدعا ہوں کہ خداوند کریم جمیع حادثات دہر سے شیخصاحب کو مامون و محفوظ رکھے اور اس نیک کام کا نیک اجر بخشے "

جناب گیانی دیدار سنگھ صاحب بی اے

(فاضل سکھ مذہب) ہیڈ ماسٹر خالصہ ہائی سکول توگلوالہ ضلع گورداسپور لکھتے ہیں کہ " سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور کے قرآن مجید کے گورمکھی ترجمہ کو نہ صرف میں نے پڑھا ہی ہے بلکہ ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ کے مطلب کو سمجھا ہے بلاشبہ اس ترجمہ نے ایک دیرینہ کمی کو پورا کیا ہے جو گورمکھی دانوں کو خصوصاً عرصہ سے ضرورت تھی، کیونکہ مادری زبان جو اپنے اندر آسانی اور جذب اور دل میں عمیق اثر ڈالتی ہے، وہ اظہر من الشمس ہے آج تک کروڑوں مسلمان بھائی فرقان حمید کی تلاوت بلاناغہ کرتے چلے آتے ہیں۔ مگر ان میں گنتی کے ہی چند دوست ایسے ہوں گے، جنہوں نے اس کی اصلیت اور حقیقی تاثرات سے فائدہ اٹھایا ہو، سردار صاحب کی یہ کوشش قابل تحسین ہے کہ انہوں نے حضرت محمد صاحب کی تعلیم کو ہو بہو دینداروں تک پہنچایا ہے، جو عربی نہیں جانتے تھے مگر ان کی ارواح فرقان پاک کی تعلیم سے مستفیض ہونے کیلئے تڑپ رہی تھیں۔ آیتوں اور رکوع کے باقاعدہ نمبر دے کر متن کے ساتھ ساتھ چلنے کے خیال کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ جن سے عربی پڑھے ہوئے دوستوں کو اصل سے مقابلہ کرنے کیلئے کوئی دقت نہیں اٹھانی پڑتی، قصہ کوتاہ مترجم نے علاوہ ازیں سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان جو آزردگی اور کشیدگی کی وسیع خلیج حائل تھی قرآن مجید کے اس ترجمہ کے ذریعہ اسے پاٹنے کی پوری پوری کوشش کی ہے میری دلی دعا ہے کہ پرماتما ان کی اس نیک کوشش کو بارآور فرمائے "

سردار دیوی سنگھ صاحب گرنتھی سب پوسٹماسٹر

خانپور (ریاست بہاولپور) لکھتے ہیں کہ " میں نے قرآن شریف کا گورمکھی ترجمہ پڑھا، میں جناب سردار محمد یوسف صاحب کی قابلیت کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا، جو انہوں نے جگت اودھار (دنیا کی نجات) کیلئے اس پاک کتاب کا ترجمہ کیا ہے اور مخلوق خدا کے لئے نور خدا کا چشمہ کھول دیا، چند روز ہوئے، جناب سردار محمد یوسف صاحب نے اپنی تیار کردہ کتابیں سکھ اور مسلمان، سکھ مسلم اتحاد، مسلمانوں کے احسان سکھوں پر " روانہ کیں اور میں نے بغور پڑھیں، میں نے تقریباً سب خالصہ تواریخیں دیکھی ہیں، جو کچھ سردار صاحب موصوف نے لکھا ہے یہ (Open fact) بین حقیقت ہے قرآن شریف کے اُپدیش (ہدایات) سب شری گورو گرنتھ صاحب کے مطابق ہیں، سچ پوچھو تو سکھ اور مسلمان دو بھائی ہیں۔ سردار صاحب موصوف نے ان بچھڑے ہوئے بھائیوں کو گلے ملایا ہے میں سردار صاحب کو ان کی ان کامیاب کوششوں کیلئے مبارکباد دیتا ہوں آپ اس مقدس کتاب (قرآن شریف) کے گورمکھی ترجمہ کو خلق خدا کے سامنے پیش کر کے ایک پراوپکار (سب سے بڑا کار خیر) بجا لائے ہیں، واہگورو جی آپ کو اس سے بھی زیادہ طاقت بخشیں۔ آمین "

جناب بھائی پریتم سنگھ صاحب گرنتھی

(سکھوں کی مذہبی کتب کے ماہر خصوصی) ازٹھٹہ چھینہ ڈاکخانہ خاص براستہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ لکھتے ہیں کہ " میں آپ کے قرآن مجید کے گورمکھی ترجمہ کو پڑھکر نہایت محظوظ ہوا، اسکی لکھائی، چھپائی وغیرہ نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے، ایسی دھارمک پستک (مذہبی کتاب) کا ترجمہ کرنے میں بلاشبہ آپ نے کمال محنت سے کام لیا ہے اور خون پسینہ ایک کر کے گورمکھی دانوں کیلئے ایک بہترین تحفہ تیار کیا ہے، میری پرارتھنا (دعا) ہے کہ ایشور آپ کو بہترین صلہ دے میں نے بہت سی پستکوں (کتب) کا مطالعہ کیا ہے، لیکن کسی دھارمک پستک کا ایسا عمدہ ترجمہ نہیں دیکھا "

جناب سردار سادھو سنگھ صاحب ایس ڈی او رحیم یار خان

تحریر فرماتے ہیں کہ " میرے دل میں قرآن شریف پڑھنے کا بیحد شوق تھا مگر بدقسمتی بھاشا میں ہونے کی وجہ سے میں اپنی خواہش کو پورا نہیں کر سکتا تھا اب حال میں سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان نے قرآن مجید کا گورمکھی ترجمہ بڑی محنت سے عام فہم گورمکھی زبان میں کیا ہے جو خاکسار کو اپنے دوست بابو غلام محی الدین صاحب کے ذریعہ ملا ہے جس نے میری دیرینہ خواہش کو اس طرح پورا کیا ہے جس طرح ایک خشک درخت بروقت آبیاری سے سرسبز ہو جاتا ہے، بلاشبہ فاضل مصنف نے ترجمہ کرنے میں کمال عقلمندی اور محنت سے کام لیا ہے، زبان نہایت شستہ ہے۔ ایسے کارنمایاں کی اسلام میں یہ پہلی نظیر ہے یقیناً آپ کا یہ کارنامہ مذہبی دنیا میں قابل تعریف ہے اور مذہب اسلام کیلئے خاص طور پر قابل فخر ہے "

سردار کروڑا سنگھ صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی پوسٹماسٹر

سنگرور ریاست جیند لکھتے ہیں کہ " شریمان جی! میں نے قرآن شریف کے گورمکھی ترجمہ کو شروع سے آخر تک کمال غور سے پڑھا ہی اور پڑھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ نے اس مقدس کتاب کا گورمکھی میں ترجمہ کر کے گورمکھی دان لوگوں پر ایک احسان عظیم کیا ہے جس کا جسقدر بھی شکریہ ادا کیا جائے، کم ہے "

مہنت وساوا رام صاحب کبیر پنتھی راجہ جنگ

ضلع لاہور لکھتے ہیں کہ " میں نے آپ کا کیا ہوا قرآن مجید کا گورمکھی ترجمہ پڑھا، یہ ترجمہ بہت ہی اچھا ہے آپ نے گورمکھی میں قرآن شریف کا ترجمہ کر کے خلق خدا پر بڑا احسان کیا ہے آپکو اسکا اجر خدا ہی دے سکتا ہے جو اتینت (نہایت ہی) دیالو (رحمٰن) اور کرپالو (رحیم) ہے۔ دوسرا کیا دیگا؟ " یہ قرآن مجید کا ترجمہ میں نے اپنے چیلے مسمیٰ ساون کو منگوا کر دیا ہے خدا اسے سمجھنے کی توفیق دے "

جناب سردار نتھا سنگھ صاحب پنشنر لدھیانہ

بوساطت جناب شیخ غلام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ " قرآن مجید کے اس گورمکھی ترجمہ کی جسقدر تعریف کی جائے کم ہے۔ اس کے مطالعہ سے انسان کے دل پر ایک خاص روحانی اثر پڑتا ہے اور جس جانفشانی اور محنت کے ساتھ یہ ترجمہ کیا گیا ہے اس کا اندازہ کوئی پڑھنے سے ہی لگا سکتا ہے "

قرآن مجید کا گورمکھی ترجمہ اور آریہ پریس!

آریہ مسافر لاہور اپنے مارچ ۳۳ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ " شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور نے سالہا سال کی محنت شاقہ کیساتھ قرآن مجید کا گورمکھی ترجمہ نہایت خوبصورت جلد کے ساتھ چھپوایا ہے مختلف مقامات سے اسکا مطالعہ کیا گیا، ترجمہ واقعی عام فہم ہے اور شیخصاحب کی یہ کوشش قابل داد ہے " نور ایک اشد ترین مخالف کے قلم سے یہ الفاظ نکلنے ایک معجزہ ہے۔

قرآن مجید کے گورمکھی ترجمہ کا ہدیہ صرف دو روپے ہے یہ ترجمہ جس کے متعلق سکھ علما کی قیمتی آرا آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں ساتھ ۲۶۹۲۰

ملنے کا پتہ :- منیجر اخبار نور، نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نور اینڈ سنز کی تیر بہدف و شہرۂ آفاق ادویات

اکسیر البدن (رجسٹرڈ) دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے

بلاشبہ کمزوری اور ضعیفی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں اس سے نجات حاصل کرنے کیلئے آپ آج سے ہی اکسیر البدن رجسٹرڈ کا استعمال شروع کردیں کیونکہ دل میں نئی اُمنگ اعضاء میں نئی ترنگ دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنا۔ کمزور کو زور آور اور زور آور کو شاہ زور، نامرد کو مرد اور مرد کو جوانمرد بنانا بس اسی اکسیر پر ختم ہے، ایک ماہ کی خوراک کی قیمت صرف پانچروپے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

ڈاکٹر کی شہادت

جناب ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب ایس اے ایس آئی ایم ڈی انڈین ملٹری ہسپتال کلکتہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ میرے ایک دوست نے میری سفارش پر آپ کی ایجاد کردہ اکسیر البدن کا استعمال کیا اور انہیں اس اکسیر سے بیحد فائدہ ہوا ہے جس کیلئے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں براہ کرم ایک شیشی اور بذریعہ وی پی بھیجدیں۔"

بڑے بڑے لوگ تو موتی سرمہ کو ہی ترجیح دیتے ہیں!

کیونکہ ضعف بصر، ککرے، جلن، پھولا، جالا، خارش چشم، پانی بہنا۔ دھند، غبار، پڑبال، ناخونہ، گوہانجنی، رتوند، ابتدائی موتیابند وغیرہ غرضیکہ یہ سرمہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے، جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس سرمہ کا استعمال رکھیں گے وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پائیں گے۔

قیمت فی تولہ صرف دو روپے آٹھ آنے (عہ۸؍)

محصول ڈاک علاوہ

حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کی رائے

جناب مولانا ممدوح تحریر فرماتے ہیں کہ "میرے گھر میں اس سے قبل بہت سے قیمتی سرمے استعمال کئے گئے مگر کچھ فائدہ نہ ہؤا، لیکن آپ کے موتی سرمہ سے ان کی آنکھوں کی سب کمزوری اور بیماری دور ہوگئی۔ اب ان کی نظر بچپن کے زمانہ کی طرح بالکل ٹھیک اور درست ہوگئی ہے اس پر میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں اور بدوں آپ کے تقاضہ کے محض فائدہ عام کیلئے ان الفاظ کو اس غرض کے واسطے آپ تک پہنچاتا ہوں کہ اسے ضرور شائع کریں تاکہ دوسرے لوگ بھی اس مفید ترین چیز سے مستفیض ہوں۔"

اکسیر اکبر

جس کا اثر مستقل ہے۔ اکسیر البدن کے علاوہ اس میں مزید حسب ذیل اجزاء شامل ہیں۔ سونے کا کشتہ، کستوری عنبر، یوہمبین وغیرہ، اس کے فوائد کے کیا کہنے، ایک ہی لاثانی دوا ہے، اس کی موجودگی نے طبی دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی ہے، مفصلہ ذیل نئی و پرانی بیماریوں میں اس کا اثر فوری اور مستقل ہے۔

ضعف دل، ضعف دماغ، ضعف اعصاب، ضعف ہاضمہ، قبل از وقت بالوں کا سفید ہوجانا، دل کی دھڑکن بڑھ کر چکرانا، آنکھوں میں اندھیرا آنا، بےچینی، سستی، اداسی، ذرا سے کام سے دل کا نپنا، جسم میں سخت کمزوری وغیرہ بیماریوں کیلئے یہ اکسیر بفضلہ تعالیٰ آخری اور یقینی علاج ہے لاگت کے مقابلہ پر قیمت برائے نام یعنی ایکماہ کی خوراک کی قیمت صرف بائیس روپے (عہ۲۲) محصول ڈاک علاوہ

اکسیر اکبر سے ۴۵ سالہ ۱۸ سالہ نوجوان بنگیا

جناب ڈاکٹر شیر محمد صاحب عالی اسسٹنٹ سرجن فورٹ لاکھارٹ ضلع کوہاٹ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "اکسیر کی ایک ماہ کی خوراک جو آپ سے منگوائی تھی، ایک مریض جس کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہوچکی تھی، اور جسکو کمزوری تقریباً ۲۰ سال سے تھی استعمال کرائی گئی، دوران استعمال میں ایک حیرت انگیز تبدیلی اس کے جسم میں رونما ہوئی جو سینکڑوں مقوی ادویہ کے کھانے سے بھی آج تک نہ ہوئی تھی، یعنی اکسیر اکبر کے استعمال سے اسکی صحت ایسی ہوگئی، جیسے اٹھارہ سالہ نوجوان کی چڑھتی جوانی کا عالم ہوتا ہے۔

اکسیر اکبر واقعی اس زمانہ میں اپنا جواب نہیں رکھتی آپ ایک مرتبہ ضرور تجربہ فرمائیے۔

تریاق اعظم

اس ایک ہی تریاق سے سر سے لیکر پاؤں تک کی جملہ بیماریوں کا علاج کر لیجئے، گھر میں اس تریاق اعظم کی شیشی ڈاکٹروں اور حکیموں کی ضرورت سے بے نیاز کردیتی ہے، سفر میں اسکی ایک شیشی کا آپ کے پاکٹ یا سوٹ کیس میں ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہسپتال کی جملہ ادویہ آپ کی پاکٹ میں ہیں اس کے ہر قطرے میں آب حیات اور ہر مرض کیلئے اکسیر ہے اس کے ایک قطرہ کے حلق سے اُترتے ہی مردہ جسم میں برقی لہر دوڑ جاتی ہے، سر کے درد، پسلی کے درد، گٹھیا کے درد، عرق النسا کے درد، معدہ کے درد، جگر کے درد، غرضیکہ جملہ قسم کے دردوں کیلئے تیر بہدف ہے، ناسور، جلے ہوئے آبلوں، تلی، بخار، ہیضہ، بدہضمی کیلئے اکسیر قصہ کوتاہ۔ قریباً دو صد امراض کا ایک ہی علاج ہے مفصل حالات پرچہ ترکیب استعمال میں ملاحظہ فرمائیے۔

قیمت فی شیشی دو روپے چار آنے (عہ۲؍) محصول ڈاک علاوہ

تریاق اعظم کے ذریعہ جاں بلب مریض کو شفا ہوگئی

جناب مسٹر خلیل الرحمن صاحب اپرایر آبزرویٹری آگرہ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے "تریاق اعظم" نامی دوا آپ سے منگوائی، میں اس کی جسقدر بھی تعریف کروں کم ہے، یہ تریاق اعظم ہر ایک بال بچہ والے گھر میں ہونا ضروری ہے میرے پڑوس میں ایک جان بلب مریض کو اس تریاق سے فوراً شفا ہوئی۔ اور ایسی مثالیں بیشمار ہیں جن میں آڑے وقت میں تریاق اعظم تیر بہدف ثابت ہوئی۔ آپ نے ایسی بہترین دوا ایجاد کر کے مخلوق خدا پر بڑا احسان کیا ہے اگر اسے "زندگی کا رہبر" کہا جائے تو بجا ہے، ایک شیشی کلاں جلد بذریعہ وی پی بھیجکر شکریہ کا موقعہ دیں۔"

اکسیر بواسیر

یہ نامراد موذی مرض انسان کا خون نچوڑ کر ہڈیوں کا پنجر اور زندہ درگور بنا کر زندگی تلخ کر دیتا ہے۔ اس کی مصیبت کو کچھ وہی بہتر سمجھ سکتا ہے، جسے بد قسمتی سے اس موذی مرض سے سابقہ پڑا ہو، ہماری یہ اکسیر اس ظالم مرض کو خواہ کسی قسم کا ہو زیادہ سے زیادہ چودہ دن کے استعمال سے جڑھ سے اکھاڑ کر نیست و نابود کر دیتی ہے۔ قیمت صرف تین روپے (۳) محصول ڈاک علاوہ۔

موتی دانت پوڈر

میلے دانت جملہ بیماریوں کا گھر ہیں، اگر آپ اپنی صحت کو ضروری سمجھتے ہیں۔ تو آج ہی سے اس کا استعمال شروع کر دیں جو دانتوں کی جملہ بیماریوں کو دور کر کے، انہیں فولاد کی طرح مضبوط بنا کر موتیوں کی طرح چمکاتا ہے اور بدبوئے دہن کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے قیمت دو اونس کی شیشی جو مدت تک کافی ہے صرف ایک روپیہ، محصول ڈاک علاوہ۔

رفیق زندگی

گرم مزاج والوں کے لئے بے نظیر تحفہ ہے مفرح دل اور مقوی دماغ جس سے جوہر حیات کو خاص ترقی ہوتی ہے، بیماری یا کثرت کار کی وجہ سے جن کے چہرے زرد،

دل ہر وقت دھڑکتا، سر چکراتا، آنکھوں میں اندھیرا آتا، اُٹھتے وقت ستارے سے دکھائی دیتے، بےچینی، گھبراہٹ سستی، اور اُداسی چھائی رہتی ہو، کام کرنے کو دل نہ چاہتا ہو، جسم میں سخت کمزوری ہو، اسکے لئے یہ جادو اثر دوا نعمت غیر مترقبہ ہے اس دوا کا ایکماہ کا استعمال سال بھر کیلئے انشاء اللہ کسی دوسری مقوی دوا سے بے نیاز کر دیگا، ایک ماہ کی خوراک جس میں ۵ تولہ دوا ہے قیمت پانچ روپے، محصول ڈاک علاوہ۔

اکسیر معدہ

ہیضہ، بدہضمی، کمی بھوک، درد شکم، اپھارہ، باؤ گولہ پیٹ کا گڑ گڑانا، کھٹی ڈکاریں، جی کا متلانا، قے، جگر و تلی کا بڑھ جانا، سر چکرانا، کرم شکم، اسہال، ریاح، کھانسی، دمہ کیلئے تیر بہدف ہے، دودھ گھی، مکھن، بالائی، انڈے وغیرہ ہضم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، دماغ، حافظہ، ذہن کو تقویت دینے، کمزور اور دماغی کام کرنے والوں کیلئے بے نظیر چیز ہے، قیمت صرف دو روپے (۲) محصول ڈاک علاوہ

قبض کشا گولیاں

اول تو کبھی کبھار کی قبض بھی بہت تکلیف دہ ہے پھر دائمی قبض سے تو خدا کی پناہ، اگر آپ کا معدہ صاف ہے تو سمجھو کہ آپ تندرستی کی گود میں کھیل رہے ہیں، ورنہ یہ امر مسلمہ ہے کہ قبض سب بیماریوں کی ماں ہے، ایک دن گھر کا پاخانہ صاف نہ ہو تو تمام گھر کی فضا اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ ناک میں دم آجاتا ہے، یہی حال آپ معدہ کا سمجھئے، اگر ایک روز بھی کھلکر اجابت نہ ہو تو تمام معدہ متعفن ہو جاتا ہے اور متعفن معدہ ہی ہر ایک بیماری کی جڑ ہے، قبض کشا گولیاں کیا ہیں گویا معدہ کی جھاڑو ہیں، ان کا دائمی استعمال سمجھو کہ صحت کا بیمہ ہے، ایکسو گولی کی قیمت صرف دو روپے، محصول ڈاک علاوہ

افیون چھڑاؤ گولیاں

افیون بہت بُری بلا ہے، علاوہ روپے کے نقصان کے یہ انسانی صحت کا ستیاناس کر دیتی ہے، بد قسمتی سے جسے اس کی عادت پڑ جائے پھر اس کا چھوٹنا بہت مشکل ہو جاتا ہے ہماری یہ گولیاں انشاء اللہ بہت جلد اس بلا سے نجات دلادیں گی قیمت یکصد گولی دو روپے۔ محصول ڈاک علاوہ

اکسیر جریان

اس نامراد موذی مرض سے بڑھ کر اور کوئی خطرناک روگ نہیں یہ اندر ہی اندر گھن کی طرح انسانی صحت کا ستیاناس کر دیتا ہے، سر میں درد، چہرہ زرد، طبیعت سرد، ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے، دل اُکتایا ہوا، بھوک مری ہوئی غرضیکہ یہ نامراد بیماری انسان کو زندہ درگور بنا دیتی ہے۔ ہم نے سالہا سال کے تجربہ کے بعد اس موذی مرض سے نجات حاصل کرنے کیلئے ایک مجرب نسخہ ایجاد کیا ہے اگر اس کی قیمت دس روپے بھی رکھی جاتی تو بھی تھوڑی تھی، مگر محض پبلک کی ہمدردی کی خاطر اس کی قیمت صرف تین روپے رکھی جاتی ہے۔ محصول ڈاک علاوہ

۲۲ سالہ احتلام، جریان اور سستی جاتی رہی

جناب مہدی خاں صاحب گھمال ڈاکخانہ ڈلوال ضلع جہلم سے لکھتے ہیں۔ کہ "جو جناب سے دوا اکسیر جریان منگوائی تھی اس سے اس حد تک فائدہ ہوا کہ ۲۲ سال کے امراض احتلام، جریان سستی وغیرہ سب جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ اس ایجاد کیلئے آپ کو جزائے خیر دے۔"

مچھر پروف

جب رات کو انسان میٹھی نیند سو رہا ہو تو اس وقت مچھروں کے کاٹنے سے جو بےچینی ہوتی ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں اور پھر اس کے کاٹنے سے ملیریا بخار جیسا موذی روگ جو انسان کو زندہ درگور بنا دیتا ہے، لگ جاتا ہے ہم نے ایک ایسا تیل ایجاد کیا ہے جسکی بُو سے مچھر اس طرح بھاگتا ہے جس طرح لاحول سے شیطان۔ اس کے چند قطرے بدن پر مل لیجئے اور بے کھٹکے میٹھی نیند آرام کیجئے، دو اونس کی شیشی جو خاصی مدت کیلئے کافی ہے کی قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔ محصول ڈاک علاوہ

بال اڑانے کا بے ضرر خوشبودار پوڈر قیمت صرف آٹھ آنے محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ

منیجر نور اینڈ سنز، نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب